اے۔بی۔سی (آڈٹ بیورو آف سرکولیشن) کی مصدقہ اشاعت

لہٗ دعوۃ الحق

فون نمبر دارالعلوم ـــ ۴ قرآن وسنت کی تعلیمات کا علمبردار فون نمبر رہائش ـــ ۲

جلد نمبر : ۱۹ ماھنامہ **الحق** اکوڑہ خٹک رجب المرجب ۱۴۰۴ھ

شمارہ نمبر : ۷ اپریل ۱۹۸۴ء

مدیر : سمیع الحق

بدل اشتراک

پاکستان میں سالانہ ۳۵/- روپے

〃 فی پرچہ ۳/۵۰ 〃

بیرون ملک سالانہ عام ڈاک پونڈ

〃 〃 ہوائی ڈاک 〃

سمیع الحق استاد دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

مسلمانوں کی فتح مبین

قادیانیوں کے بارہ میں صدرِ مملکت جنرل محمد ضیاء الحق کی جانب سے جاری کردہ تازہ آرڈیننس (جس کا متن شاملِ اشاعت ہے) کے ذریعہ مسیلمۂ پنجاب متنبی کذاب مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکار قادیانی اور لاہوری دونوں گروپوں کو ہر طرح کی خلافِ اسلام سرگرمیوں سے روک دیا گیا ہے۔ اور تعزیراتِ پاکستان میں ایک نئی دفعہ ۲۹۸ ب شامل کردی گئی ہے جسکی رُو سے قادیانی اسلام اور مسلمانوں کی مخصوص اصطلاحات استعمال نہیں کرسکیں گے، نہ اذان دے سکیں گے، نہ اپنی عبادت گاہ کو مسجد کہہ سکیں گے، نہ اپنے آپ کو بالواسطہ مسلمان ظاہر کرسکیں گے اور نہ ہی اپنے مذہب کو اسلام کا نام دے کر اسکی تبلیغ و تشہیر کرسکیں گے۔ نہ کسی ایسی حرکت کے مجاز ہوں گے جس سے مسلمانوں کے احساسات و جذبات مجروح ہوں۔

یہ فیصلہ کتنا اہم نہایت ضروری، معقول اور قابلِ تحسین و تبریک ہے؟ اور کتنی گہرائی اور دوررس نتائج کا حامل ہے؟ اس کا اندازہ وہ لوگ کرسکیں گے جن کی نظر مرزائیت کی تاریخ پس منظر، محرکات و عزائم اور ملتِ مسلمہ کے خلاف اس جماعت کی ریشہ دوانیوں، گھناؤنی سازشوں اور اسلام دشمنی کے منظم اور مربوط ہمہ گیر منصوبوں پر ہے۔ مسلمانوں کے جن حساس، عاقبت اندیش، اور اسلامی درد سے سرشار قائدین اور زعماء کو اللہ تعالیٰ نے مرزائیت کے بارہ میں دلِ بینا اور دولت شرح صدر سے نوازا تھا انہوں نے اس صدی کے آغاز ہی سے علمی، فکری، سیاسی اور عوامی ہر محاذ پر اور پورے شد و مد سے اس کے سیاسی، مذہبی اور معاشرتی خطرات سے مسلمانوں کو اور برِصغیر کی حکومتوں کو آگاہ کرنا اپنا اوّلین فریضہ سمجھا وہ نازک اور پرخطر حالات میں بھی علمِ جہاد لہراتے رہے، انہیں للکارتے رہے اور مسلمانوں کو اس مارِ آستین سے بچنے کے لئے جھنجوڑتے رہے۔ علامہ انور شاہ کشمیریؒ، پیر صاحب گولڑہ شریفؒ، مفکرِ اسلام علامہ محمد اقبالؒ اور امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور ان کی پوری جماعت مولانا ظفر علی خان، شورش کاشمیری، علامہ یوسف بنوری اور ایسے ہزاروں علماء مفکرین، زعماء اور مصنفین، مناظر صحافی اور مبلغ تھے۔ جن کی زندگی کا اہم ترین مشن ان غداران خاتم النبیینؐ اور سارقین تاج و تختِ ختمِ نبوت کا محاسبہ اور تعاقب رہا۔ جنہوں نے خواجہ یثربؐ کی ناموسِ ختمِ نبوت کی حفاظت کی جدوجہد میں اپنی زندگیاں تج دیں۔ اور کتنے سعادتمند تھے جو اس راہ میں کٹ مرکر

خلعتِ شہادت سے سرفراز ہوئے اور شفاعت آقائے دو جہاں اور خوشنودی نبی اولین و آخرین کی ابدی سعادت سے مالامال ہوئے۔

ان تمام قربانیوں کے نتیجہ میں اور ملتِ مسلمہ کے مومنانہ جہاد و جدوجہد اور اتحاد کے ثمرہ میں ۱۹۷۴ء میں عوامی دباؤ سے مجبور و بے بس ہو کر اُس وقت کی بے دین حکومت نے گھٹنے ٹیک دئے اور دستور میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا یہ قادیانیت کے خلاف مسلمانوں کی اوّلین فتح تھی۔ مگر اس وقت کی حکومت، علماء اور مسلمانوں کے مسلسل مطالبہ کے باوجود اس دستور کے عملی تقاضوں کو یکسر نظر انداز کرتی رہی اور قادیانیوں کے بارہ میں کسی قسم کی قانون سازی سے گریز ہوتا رہا، یہاں تک کہ موجودہ حکومت کا دور آیا مگر بات وہاں کی وہاں ہی رہی، مسلمانوں کی یہ دستوری فتح عملی تقاضوں کی تکمیل نہ ہوسکنے کی وجہ سے کاغذی اور رسمی فتح رہی۔ نتیجۃً دشمن اپنے پوشیدہ اور علانیہ داخلی اور خارجی سرگرمیوں میں منہمک رہا۔ ادھر مسلمانوں میں اضطراب اور بے چینی کی لہریں اٹھ اٹھ کر دبتی رہیں، لاوا پکتا رہا، آگ اندر ہی اندر سلگتی رہی، دبی ہوئی چنگاریاں بھڑکنے ہی والی تھیں کہ خداوند قدوس نے مجلس تحفظِ ختمِ نبوت اور اسکی کل جماعتی مجلسِ عمل کے شدّتِ احساس اور خالص دینی و مذہبی غیر سیاسی تحریک کے نتیجہ میں موجودہ حکومت اور اس کے سربراہ جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کو توفیق دی کہ وہ اس شجرۂ خبیثہ پر اس آرڈیننس کی شکل میں کاری ضرب لگادیں اور نفاق کے لبادہ میں ملبوس کفر و ارتداد کے اس بے لگام گھوڑے کو لگام لگ جائے۔

یہ فیصلہ ایک ایسا جرأتمندانہ اور مومنانہ فیصلہ ہے جس سے ہمارے اکابر کی پچھلی ایک صدی کی قربانیاں ٹھکانے لگ گئی ہیں اور جہد و عمل کا ایک طویل سفر منزل آشنا ہو گیا ہے۔ عالمِ اسلام کو صرف اور صرف ذہنی انتشار اور فکری اضطراب میں مبتلا کر دینے والے دشمنانِ اسلام منافقین قادیان کا پردۂ نفاق چاک کر دیا گیا۔ اور گویا ایک صدی سے مسلمانوں کیلئے سوہانِ روح بنا ہوا مسئلہ کافی حد تک حل ہو گیا ہے۔ بلاشبہ یہ ایک ایسا روح پرور اور ایمان افزا فیصلہ ہے جس کے نور سے ساری کائنات منوّر اور جس کی خوشبو سے فضائے بسیط معطّر ہے۔ ملاءِ اعلیٰ میں بہار آگئی ہے اور عالمِ علیین میں علامہ کشمیریؒ، عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور علامہ اقبالؒ اور حضرت بنوریؒ کی ارواح کی آسودگیوں میں اضافہ ہو گیا ہے۔ اور دوسری طرف کفر تھرا گیا ہے۔ نفاق کی مسجدِ ضرار زمین بوس ہو گئی اور دجالی نبوت کے کنگرے پیوندِ خاک ہو گئے ہیں۔ باطل لرز اٹھا ہے اور جعلی نبوت کے ظلمتکدوں کی تاریکی اور بڑھ گئی ہے۔ شفیع المذنبینؐ کے نام لیوا اور شفاعت کبریٰ کے امیدوار

اسے حرارتِ ایمانی اور حمیّتِ ناموسِ رسالت کی ترجمانی کرنے والا فیصلہ قرار دیتے ہیں ایک ایسا فیصلہ جسے ملّتِ اسلامیہ کی تاریخ میں ہمیشہ جلی اور سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔

اس عظیم خوشی میں بدقسمتی سے اگر شریک نہیں ہیں تو چند ایسے طالع آزما سیاستدان جو "بغض معاویہ" میں اس حد تک مبتلا ہیں کہ جب تک وہ لیلائے مقصود حکومت و اقتدار سے ہمکنار نہ ہوں نہ ان کی آنکھیں کھل سکیں گی نہ دلوں پر پڑے ہوئے دبیز پردے ہٹ سکیں گے۔ ان میں سے کچھ تو ایسے ہیں کہ جن کے قلب و ذہن میں ایمان اور مذہب کی کوئی کرن پڑتی ہی نہیں کہ وہ لبرل ازم لادینیت اور سیکولرازم کی ظلمتوں میں ڈوبے ہوئے ہیں اور کچھ وہ جو نام نہاد مغربی جمہوریت کے عشق و محبت میں ہر دوسرا مسئلہ ثانوی اور ضمنی خیال کرتے ہیں خواہ وہ نفاذِ اسلام کا ہو یا تحفظِ ختمِ نبوت کا یا قوم کی فکری، اخلاقی تطہیر اور معاشی استحکام اور معاشرتی امن و سکون کا، انہیں اگر سروکار ہے تو جمہوریت اور الیکشنوں سے، خواہ اس کے نتیجہ میں پوری قوم نئے سرے سے فکری انتشار باہمی افتراق و اختلاف خانہ جنگی اباحیت اور طوائف الملوکی کا شکار کیوں نہ ہو جائے اس لحاظ سے اس فیصلہ کا یہ پہلو خاص طور سے مسلمانوں کو دعوتِ فکر دے رہا ہے۔ کہ سیاست و جمہوریت کے علمبردار اکثر لیڈر بالخصوص جو سیکولرازم کے داعی یا ان کے اتحادی ہیں وہ نہ صرف اس فیصلہ پر مہر بلب رہے بلکہ اخباری نمائندوں کی چھیڑ چھاڑ سے ان کے دلوں میں قادیانیوں کے لئے نرم گوشے سامنے آ گئے اور کچھ نے تو بدقسمتی سے اس فیصلہ کو بلاوجہ بدگمانیوں کا نشانہ بنایا، اسے معمولی بے اثر اور بے وقعت بنانے کی کوشش کی، اس میں مین میخ نکال کر قادیانیوں کو خوش کرنے کی سعی بھی کی، بلاشبہ "بغض معاویہؓ" میں اندھے ہو جانے کی یہ عبرتناک مثالیں ہیں۔ خطرہ ہے کہ اس ردِعمل اور طرزِ عمل کے نتیجہ میں قادیانی فرقہ اب اپنے آپ کو ایسے سیاسی عناصر کی گود میں ڈالے گا اور لادینی سیاسی عناصر اور طالع آزما سیاستدانوں کا اتحاد آگے چل کر مرزائیوں کا سیاسی پناہ گاہ اور حصار بن سکے گا۔

بہرحال اب اس انقلابی اقدام کے کچھ لازمی اور منطقی تقاضے ہیں جو حکومتِ وقت نے فوری طور پر پورے کرنے ہیں۔ جبکہ بدقسمتی سے اس کا اندازِ کار عام طور پر وقت کو ٹالنا اور مسائل کو ٹرخاتے رہنا ہے کہ گاڑی کسی طرح چلتی رہے اور کوئی ناراض نہ ہو۔ جس پالیسی کی وجہ سے اسلامی نظام کی گاڑی ایک ایسی بند گلی میں پھنس کر رہ گئی ہے کہ نہ آگے بڑھ سکتی ہے نہ پیچھے، چاروں پہیئے تو چل رہے ہیں مگر سفر کٹھن اور منزل دور ہوتی جا رہی ہے۔ لیکن مرزائیوں کے بارہ میں یہ آرڈیننس جاری کر کے اس نے ایک زہریلے سانپ کو مارا نہیں بلکہ صرف زخمی کیا

ہے اور جب سانپ بلبلا اٹھا ہے تو وہ کوئی بھی لمحہ ملت مسلمہ اور پاکستان کو ڈسنے کا ضائع نہیں کرے گا وہ ایک معمولی دشمن نہیں وہ عالمی سامراجیت کا خود کاشتہ اور صیہونیت اور برطانیہ کے بعد اب امریکی سامراج کا پروردہ ہے وہ عالم اسلامی کے تیقظ اور جہاد کے خلاف سامراجیوں کا خفیہ ہتھیار ہے۔ وہ اسرائیل کا گماشتہ ہے۔ (جس کی پوری سیاسی سرگرمیاں اور محرکات اور منصوبوں کی تفصیلات ہماری شائع کردہ کتاب "قادیان سے اسرائیل تک" میں پڑھی جا سکتی ہیں۔) اور وہ ابتداء سے اپنے در پردہ منصوبوں میں مثالی بیدار مغزی، نظم و ضبط، ہمہ گیر اور گہرے طریق کار کا ثبوت دے رہا ہے۔ پاکستان تو تقسیم پنجاب اور پھر سقوط مشرقی پاکستان اور عالم عرب قیام اسرائیل کی شکل میں اس کا خمیازہ بھگت چکا ہے۔ عوامی ہمدردیاں حاصل کرنا سیاسی لاہوں سے اپنے مفادات کا حصول، ملکی نظام کے لئے رجال کار کی تیاری اور کلیدی مناصب پر کنٹرول عالمی رائے عامہ کو گمراہ کرنے کے لئے اس کے مخصوص سامراجی ہتھکنڈے ہیں، وہ ہوشیاری سے ایسا ہاتھ مارتا ہے کہ پوری قوم سیاسی معاشی سطح پر تلملا اٹھتی ہے مگر دشمن پھر بھی نگاہوں سے غائب رہتا ہے۔ اب ایسے دشمن پر موجودہ ضرب لگانے کے بعد اگر روایتی تساہل، درگذر، وسیع النظری، رواداری سے کام لیا گیا تو یقیناً نہ تو یہ اس ملک کے بقاء و استحکام کیلئے مفید ہو گا اور نہ اس آرڈیننس جاری کرنے والے سربراہ مملکت کے لئے کہ وہ اب ان دونوں پر بھرپور وار کرے گا۔ اس لئے وقت کا اولین تقاضا ہے کہ فوری طور پر:

۱۔ تمام کلیدی بالخصوص فوج کے اہم مناصب سے قادیانیوں کو برطرف کیا جائے۔

۲۔ ملک کے اندر اسکی تنظیموں، سرگرمیوں، مراکز، دفاتر بالخصوص ہیڈکوارٹر پر کڑی نگاہ رکھی جائے۔

۳۔ اس کے تمام تحریری دستاویزات اور لٹریچر کی پڑتال کی جائے اور اس آرڈیننس کی زد میں آنے والی ہر مطبوعہ غیر مطبوعہ تحریر کو ضبط کر لیا جائے۔

۴۔ بیرون ملک پورے عالم اسلام کو اس اقدام کی اہمیت سے آگاہ اور ان سے ایسے ہی اقدامات اور تقاضوں کی تکمیل کی اپیل کی جائے۔

۵۔ ساری دنیا میں پاکستانی سفارتخانوں اور خارجہ امور سے وابستہ اداروں سے قادیانیوں کی مکمل تطہیر کی جائے۔

۶۔ اپنے سفارتخانوں اور علمی و دینی تنظیموں کے ذریعے غیر مسلم دنیا میں اس فرقہ کی سرگرمیوں اور منصوبوں اور ہر طرح کی نقل و حرکت پر کڑی نگاہ رکھی جائے۔

۷۔ اس فیصلہ کے خلاف بیرونی دنیا کو گمراہ کرنے والے قادیانی اور مغربی پروپیگنڈہ کا مؤثر اور بھرپور

جواب دینے کے انتظامات کئے جائیں۔

۸۔ مرزائیوں کی درپردہ نیم فوجی قسم کی تنظیموں اور سیاسی سرگرمیوں پر پابندی لگائی جائے۔

۹۔ شناختی کارڈ اور پاسپورٹ میں مذہب کی نشاندہی کے فوری انتظامات کئے جائیں تاکہ کوئی قادیانی "مسلمان" کے روپ میں عالمِ اسلام بالخصوص عالمِ عرب کو ملازمتوں کے سہارے قادیانی ریشہ دوانیوں کا مرکز نہ بنا سکے اور اگر کوئی قادیانی ہے تو قادیانی شخص کے ساتھ سامنے آتا رہے۔

۱۰۔ آئندہ کیلئے کفر و ارتداد کے اس سلسلہ خبیثہ کے تدارک کیلئے لازمی ہے کہ اسلام کی سزائے ارتداد نافذ کی جائے۔

۱۱۔ اس بات کے خود قادیانی لٹریچر سے تحریری شواہد موجود ہیں کہ قادیانی مرکز اسرائیل میں قائم ہے اور اس کے روابط ربوہ سے ہیں۔ قادیانی "مبلغین" اسرائیل جاتے ہیں اگر براہ راست نہیں تو یہاں سے برطانیہ یا ماریشش جزائر فجی، نائیجریا اور دیگر افریقی ریاستوں اور یورپی ممالک کے نام پر اور پھر وہاں سے اسرائیل چلے جاتے ہیں ایسے نام نہاد "مبلغین" کے تبلیغی دعوتی اسفار پر مکمل پابندی لگائی جائے یہ کتنی شرم اور افسوس کی بات ہے کہ ایک جمہوریہ اسلامیہ کا زرِ مبادلہ لیکر وہ باہر جاکر اسلام اور نبوت محمدیہ کے خلاف بغاوت پھیلائیں اور اسلام دشمن عقائد کا پرچار کرکے بے خبر انسانوں کو اپنے دجل و فریب کے دام تزویر میں پھنساتے رہیں اور پاکستانی زرِ مبادلہ سے وہ نہ صرف پاکستان بلکہ عالمِ عرب کے خلاف اسلام دشمنی کا دھندہ جاری رکھیں۔

۱۲۔ ربوہ کے مرزائی تحریک کی معاشی عمارت سادہ لوح اور خوش عقیدگی کے بندھنوں میں جکڑے ہوئے پیروکاروں کے مالی اور اقتصادی استحصال پر قائم ہے وہ ایسے جال میں پھنسے ہوئے ہیں کہ اپنے خون پسینہ کی کمائی لازماً انہیں مرزائی پاپائیت کی نذر کرنی پڑتی ہے۔ بسا اوقات اس استحصالی شکنجہ اور معاشی و سماجی ڈھانچہ سے رہائی ان مجبور و بے بس پیروکاروں کیلئے ناممکن ہوتی ہے۔ وہ مجبوراً اپنی آمدنی کا دسواں حصہ اور بعد از مرگ ساری جائیداد کا دسواں حصہ صدر انجمن احمدیہ کے نام منتقل کرتے رہتے ہیں، ایسی بہت بڑی جائیداد مرزائی سربراہ کے نام ہے۔ اور یہاں کی معاشی افزائش میں اس معاملے کا ایک بڑا حصہ ہے ــــ مرزائیوں کے استحصالی ہتھکنڈے ہیں جن پر از سر نو نظر ڈالنے کی ضرورت ہے۔ اس سے نہ صرف مسلمان مطمئن ہوں گے بلکہ قادیانی استحصال کا شکار قادیانی فرقے کے لوگ بھی نجات پاکر اپنے مذہب اور عقیدہ کے بارہ میں از سر نو آزادانہ فیصلہ کرسکیں گے۔

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل

سمیع الحق

[(مولانا سلطان محمود ناظم دفتر اہتمام دارالعلوم حقانیہ انتقال فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون تفصیلات اگلے شمارہ میں ملاحظہ کریں۔) (ادارہ)]

قادیانیوں کے بارہ میں صدارتی آرڈیننس ۱۹۸۴ء کا مکمل متن

قادیانی گروپ، لاہوری گروپ اور احمدیوں کو اسلام دشمن سرگرمیوں میں ملوّث ہونے سے روکنے کے لیئے قانون میں ترمیم کرنے کے لیئے آرڈیننس۔ چونکہ یہ ضروری ہے کہ قادیانی گروپ، لاہوری گروپ اور احمدیوں کو اسلام دشمن سرگرمیوں میں ملوث ہونے سے روکنے کے لیئے قانون میں ترمیم کی جائے۔ اور چونکہ صدر اس بات سے مطمئن ہیں کہ ایسے حالات موجود ہیں جن کے تحت فوری کارروائی کرنا ضروری ہے۔ اس لیئے اب ۵ جولائی ۱۹۷۷ء کے فرمان کے تحت اور اس سلسلے میں تمام اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے صدر مندرجہ ذیل آرڈیننس کا اجرا کرتے ہوئے خوشی محسوس کرتے ہیں۔

حصہ ابتدائیہ

مختصر عنوان اور آغاز

۱۔ اس آرڈیننس کو قادیانی گروپ، لاہوری گروپ اور احمدیوں (ممانعت اور سزا) کا آرڈیننس ۱۹۸۴ء کہا جائے گا۔

۲۔ یہ فوری طور پر نافذ العمل ہو گا

۳۔ آرڈیننس کو عدالتوں کے احکامات اور فیصلوں پر فوقیت ہوگی۔ اس آرڈیننس کی دفعات کسی بھی عدالت کے حکم یا فیصلے کے باوجود مؤثر ہوں گے۔

حصہ II تعزیرات پاکستان (۱۸۶۰ کا قانون) میں ترمیم

۴۔ تعزیرات پاکستان میں دفعہ ۲۹۸۔ب اور ۲۹۸ ج کا اضافہ۔ تعزیرات پاکستان کے ۱۵ ویں باب میں دفعہ ۲۹۸۔الف کے بعد درج ذیل نئی دفعات شامل کی گئی ہیں۔ ۲۹۸ ب: مقدس شخصیتوں اور مقامات کے لیئے مخصوص اصطلاحات کا غلط استعمال۔

۱۔ "قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو اپنے آپ کو احمدی یا کوئی اور نام دیتے ہیں) کا کوئی شخص جو زبانی یا تحریری الفاظ یا ظاہری واضح طریقے کے ذریعے (الف) حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی خلیفہ یا صحابی کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو "امیرالمومنین" "خلیفۃ المومنین" "خلیفۃ المسلمین"، "صحابی" یا "رضی اللہ عنہ" کہتا ہے۔ یا اس نام سے مخاطب کرتا ہے (ب) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کے علاوہ کسی دوسری عورت کو "ام المومنین" کے نام سے مخاطب کرتا ہے یا کہتا ہے۔

ج۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے "اہلبیت" کے علاوہ کسی اور شخص کو "اہلبیت" کہتا ہے یا مخاطب کرتا ہے یا

د۔ اپنی عبادت گاہ کو "مسجد" کا نام دیتا یا کہتا ہے۔

اسے تین سال قید کی سزا دی جائے گی اور وہ جرمانہ کی سزا کا مستوجب ہو گا۔

۲۔ قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں یا کوئی بھی دوسرا نام دیتے ہیں) کا کوئی شخص لفظوں کے ذریعہ بول کر یا لکھ کر اپنے عقیدے میں اختیار کئے گئے عبادت کی خاطر بلانے کے طریقہ کار کو اذان کہے گا یا مسلمانوں کی طرح اذان دے گا تو اسے تین سال تک قید کی سزا دی جائے گی۔ اور جرمانہ کا بھی مستوجب ہو گا۔

۲۹۸۔سی قادیانی گروپ وغیرہ کا شخص جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو یا اپنے عقیدے کی تبلیغ یا تشہیر کرتا ہو۔

قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں یا کوئی بھی دوسرا نام دیتے ہیں) کا کوئی شخص جو اپنے آپ کو براہ راست یا بالواسطہ طور پر مسلمان ظاہر کرے گا یا بولے گا یا اپنے عقیدے کی تبلیغ یا تشہیر کرے گا یا لفظوں کے ذریعہ بول کر یا لکھ کر یا کسی بھی دوسرے نمایاں طریقے سے دوسروں کو اپنا عقیدہ قبول کرنے کی دعوت دے گا جس سے مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہو تو اسے تین سال تک قید کی سزا دی جائے گی اور وہ جرمانے کا بھی مستوجب ہو گا۔

آرڈی ننس کے ذریعے مجموعہ ضابطہ فوجداری ۱۸۹۸ء کی دفعہ ۹۹۔ الف میں بھی ترمیم کی گئی ہے۔ جس کے ذریعے صوبائی حکومت کو کسی ایسے اخبار، کتاب یا دیگر دستاویز کو ضبط کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔ جو مجموعہ تعزیرات پاکستان میں شامل کردہ نئی دفعات کی خلاف ورزی میں چھاپی گئی ہو۔ آرڈی ننس کے ذریعے مغربی پاکستان پریس اور پبلیکیشنز آرڈی ننس ۱۹۶۳ء کی دفعہ ۲۴ میں کی گئی ترمیم کے ذریعے صوبائی حکومت کو اختیار مل جائے گا کہ وہ مجموعہ تعزیرات پاکستان میں شامل کردہ نئی دفعات کی خلاف ورزی کرنے والی کسی کتاب یا دستاویز کی طباعت یا اشاعت کے لئے استعمال ہونے والے پریس کو بند کر دے۔ اس اخبار کے ڈیکلریشن کو منسوخ کر دے جو ان دفعات کی خلاف ورزی کرے اور کسی ایسی کتاب یا دستاویز کو ضبط کرے جس میں ایسا مواد شامل ہو جس کی طباعت یا اشاعت مذکورہ دفعات کی رو سے ممنوع قرار دی گئی ہے۔

از شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمہ

روزہ اور اس کا حُسنِ تاثیر

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ صبر نصف ایمان ہے اور روزہ نصف صبر ہے اور کہا گیا ہے کہ بنی آدم کے اعمال میں کوئی چیز نہیں ہے مگر وہ ردّ مظالم اور تاوان میں جاتی ہے بجز روزہ کے اس واسطے کہ کوئی قصاص اس میں دخل نہیں پاتا اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا کہ یہ روزہ میرے واسطے ہے اور میں اس کی جزا ہوں بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی ذات کی طرف منسوب کیا کہ اس میں اخلاق صمدیت سے ایک خلق ہے اور اس واسطے کہ وہ اعمال باطنی سے ہے۔ از قبیل تروک (چھوڑ دینے) کہ اس پر اللہ کے سوا دوسرا کوئی مطلع نہیں ہوتا تو قول خداوندی السائحون سے صائمون مراد ہے کیونکہ روزہ داروں نے بھوک و پیاس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سیاحت اور سفر کیا ہے اور کہا گیا ہے کہ قول اللہ تعالیٰ انما یوفی الصابرون اجرہم بغیر حساب (بے شک صابرین کو بے حساب اجر و ثواب دیا جائے گا) میں صابرون سے روزہ دار ہی مراد ہیں۔ اس واسطے کہ صوم کے اسماء میں سے ایک اسم صبر بھی ہے بعض نے کہا ہے کہ اس قول اللہ تعالیٰ میں فلا تعلم نفس ما اُخفی لہم من قرۃ اعین جزاءً بما کانو یعملون۔

منجملہ اور وجوہ کے ایک وجہ روزے رکھنا بھی ہے۔ یحییٰ بن معاذ نے کہا کہ جب مومن زیادہ کھانے میں مبتلا ہو اس پر ملائکہ شفقت کے سبب گریہ کرتے ہیں اور جو کوئی کھانے کی حرص میں پھنسا وہ شہوت کی آگ میں جلایا گیا۔ بعضوں نے کہا ہے کہ جس شخص نے کھانے پینے کے اندر اسراف اور تجاوز کیا اس کی طرف خواری اور ذلت دنیا میں قبل از آخرت شتابی کرتی ہے۔

حضرت بشیرؒ نے کہا کہ بھوک دل کو صاف کرتی ہے اور خواہشات نفس کو مار ڈالتی ہے اور علم دقیق اس کا ورثہ ہے

ذوالنون مصری نے فرمایا اگر پیٹ بھر کر کھایا تو معصیت الٰہی اور نافرمانی میں پڑ گیا اور کسی معصیت کا قصد کیا۔ بعضوں نے کہا کہ جب بھی حضرت عمرؓ کے لیے آٹا چھانا گیا تو وہ ناراض ہوئے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ تین دن بھی حضور اقدس نے گیہوں کی روٹی نہیں کھائی یہاں تک کہ وصال ہو گیا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ بھوک اور پیاس سے جنت کا دروازہ کھٹکھٹایا کرو وہ تمہارے لیے کھل جائے گا۔ حضرت شفیقؒ کا قول ہے کہ عبادت ایک حرفہ ہے اور خلوت اس کی دوکان ہے اور بھوک اس کے اوزار ہیں۔ حضرت لقمان نے بیٹے سے کہا کہ جب تو معدہ بھرے تو تیری فکر سو جائے گی اور حکمت بہری ہوگی اور ہاتھ پاؤں عبادت کیلئے آمادہ نہ ہوں گے ــــ روزہ کے آداب یہ ہیں کہ ظاہر و باطن اور حفظ و پاس لبہ ہے اور گناہوں سے اعضاء کو روکے جس طرح نفس کو کھانے پینے سے روکا جاتا ہے۔

(عوارف المعارف)

رُوحِ فکر
انسان وقت کے دھارے پر بہتا جاتا ہے
اور حالات کے ہاتھوں بے بس ہے
لیکن کوئی دھن کا پکّا اپنی سمت خود مقرر کرتا ہے،
ہمّت نہیں ہارتا اور ہاتھ پیر مارے جاتا ہے
اور پھر منزل اس کے قدم چوم لیتی ہے
باشعور انسان اپنی زندگی خود بناتے ہیں اور جب
ایک ہی وقت میں ایک ہی لگن کے ساتھ ایسے انسانوں کی
بڑی تعداد ایک ہی منزل کی طرف بڑھتی ہے
تو قوم کی تاریخ بدل جاتی ہے - ۲۷ رمضان المبارک کو
پاکستان کا قیام اس حقیقت کا شاہد ہے
تاریخ قوموں کے عروج و زوال کی داستان ہے
ہر عروج کا پس منظر ایک ہی ہے
عمل اور مسلسل عمل، جدوجہد اور پیہم جدوجہد
اور ہر زوال عزم اور عمل کے فقدان کا نوحہ ہے
اپنے عزم و عمل سے تاریخ کا رُخ بدل دیجیے
رُوحِ تاریخ کو سمجھیے
Rooh Af
رُوح افزا
Roo
ہمدرد
ہم خدمتِ خلق کرتے ہیں
Adarts
HRA-1/84

بیاسہ مجلس شیخ الحدیث — ضبط و ترتیب :- مولانا عبدالقیوم حقانی
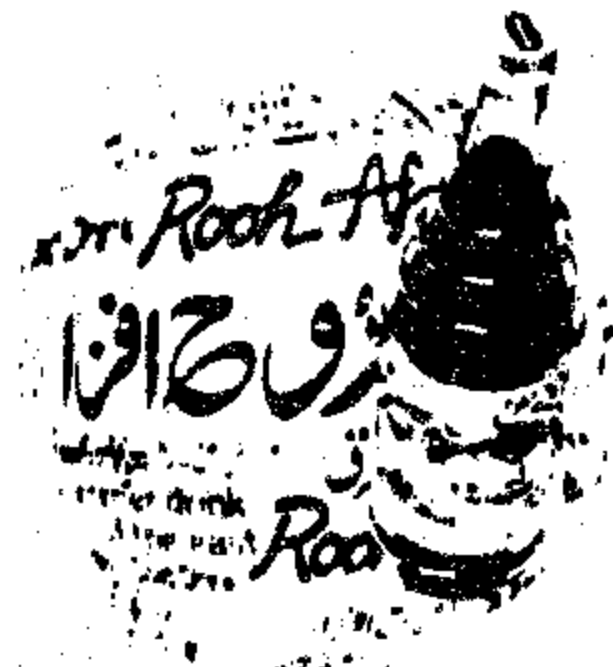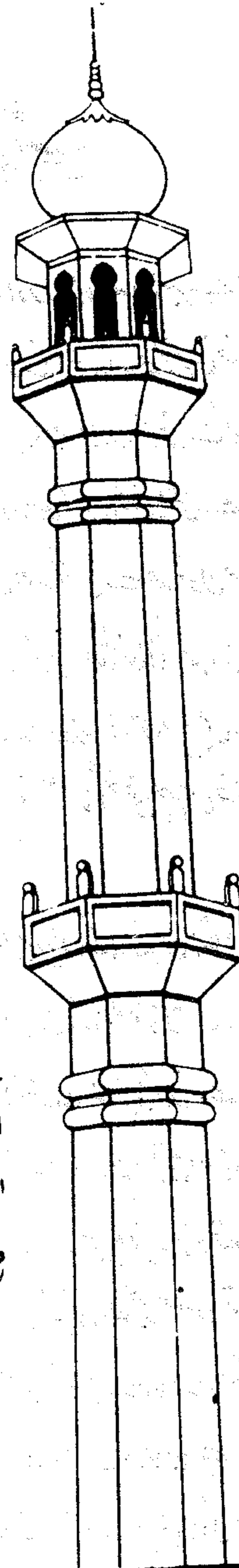
صحبتے با اہلِ حق

—— شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب کی مجلس میں

تبلیغ دعوت میں حکمت و جمال محفوظ رہے | ۲۰ ستمبر ۱۹۸۲ء - چند فضلائے حقانیہ نے جب رخصت ہوئے درخواست کی کہ ہمارا مقابلہ کمیونسٹوں سے ہے حضرت نصیحت فرمائیں تو ارشاد فرمایا، کہ آپ اب فاضل اور عالم بن گئے ہیں۔ آپ کی ذمہ داریاں بڑھ گئی ہیں۔ آپ کے نیک کردار سے اسلام نیک نام ہو گا اور آپ کے بُرے کردار سے اسلام بدنام ہو گا۔ آپ کمیونسٹوں، دہریوں، مشرکین، مبتدعین کو بھی وعظ کریں، تو نصیحت اور خیر خواہی اور احسن طریقہ سے ان سے گفتگو کریں۔ تبلیغ میں حکمت عملی کو پیش نظر رکھیں۔ وعید اور عذاب کی باتیں بھی سنائیں۔ مگر کسی کو کافر، فاجر یا مشرک اور فاسق کہہ کر خطاب نہ کرنا۔ ورنہ لوگ مقابلہ کے لئے تُل جائیں گے۔ اپنے ماحول اور معاشرے میں رچی بسی رسومات و بدعات کو لوگ ایک تقریر یا فتویٰ اور ایک وعظ سے نہیں چھوڑتے۔ وعظ اور نصیحت میں جس قدر بھی ہو سکے سادہ اور بے تکلف گفتگو اختیار کریں جس میں حمایت غالب ہو۔ وعظ میں بے جا جلال مفید نہیں رہتا۔ بلکہ بعض حالات میں مضرت رساں ہوتا ہے۔

حضرت شیخ مدنی کا انداز تدریس | ۱ مئی ۸۲ء۔ فرمایا۔ حضرت الاستاذ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کا انداز تدریس اگرچہ عالمانہ اور فاضلانہ تھا مگر آسان اور خوب تفصیل سے ہوا کرتا تھا ہر بات سادہ اور آسان پیرائے میں، غبی سے غبی طالب علم بھی آپ کے درس کو آسانی سے سمجھ لیتا تھا۔ مگر علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور مولانا بلیاویؒ کے تدریسی تقاریر پر خالص عالمانہ رنگ غالب تھا جس کو ذہین طلباء تو سمجھ سکتے تھے مگر سب کا سمجھنا آسان نہ تھا۔ مجھے شیخ مدنیؒ کا انداز تدریس بے حد پسند تھا۔ اس لئے میں نے ان ہی کی نقل کی کوشش کی ہے۔ اور ان ہی کے علوم و معارف کے ساتھ ساتھ ان ہی کے انداز تدریس کو بھی جوں کا توں باقی رکھنے اور محفوظ کرنے کی کوشش کی ہے۔

ظاہر ٹھیک مگر باطن خراب ہے | ۱۱ مئی ۱۹۸۲ء نوشہرہ سے علماء کا ایک وفد آیا۔ ایک نئی مسجد کے افتتاح کے سلسلہ میں حضرت شیخ سے نوشہرہ آنے کی درخواست کی۔

تو فرمایا۔ آپ حضرات کا حسن ظن ہے آپ کہتے ہیں کہ نوشہرہ چلیں اور مسجد کا افتتاح کریں۔ بظاہر آج صحت اچھی محسوس ہوتی ہے آپ کو بھی تندرست نظر آتا ہوں۔ یہ ٹھیک ہے۔ مگر مسجد کے افتتاح کے لئے تو ایسا شخص ہونا چاہیئے جو اس کا اہل بھی ہو۔ میرا ظاہر اگرچہ تندرست اور ٹھیک نظر آرہا ہے مگر باطن خراب ہے۔

منطق و فلسفہ کی اہمیت

۲۰ ستمبر ۱۹۸۲ء فرمایا۔ ہمارے اکابر نے درس نظامی میں جو علم منطق اور علم فلسفہ کی کتابوں کو بطور نصاب کے باقی رکھا ہے۔ اور پڑھاتے چلے آرہے ہیں وجہ یہ ہے کہ ان کے پڑھنے سے اجتہادی ملکہ پیدا ہوتا ہے۔ سوال و جواب۔ اعتراض و اشکال۔ مقابلہ و مناظرہ اور اساتذہ کی طویل بحثیں۔ سوال در سوال اور جواب در جواب کا جو سلسلہ چلتا ہے تو طلبار کو تشحیذ اذہان حاصل ہوتی ہے۔ اور جو طلبا اس میں رغبت نہیں کرتے اور شوق سے نہیں پڑھتے ان کے علوم سطحی رہتے ہیں۔ ذکاوت کی تیزی اور علوم میں عمق حاصل نہیں ہوتا۔ مولانا رسول خان صاحب مرحوم ہمارے پاک و ہند کے اکابر علمار دیوبند کے استاذ ہو گذرے ہیں۔ ایک مرتبہ وفاق المدارس کا اجلاس تھا۔ میں بھی اجلاس کے سلسلہ میں لاہور گیا ہوا تھا۔ تو حضرت مرحوم کی خدمت میں بھی حاضری ہوئی۔ تو انہوں نے وفاق کے طرز عمل (کہ نصاب میں منطق و فلسفہ کی کتابوں کو اہمیت نہیں دی جا رہی تھی) پر حد درجہ رنج و قلق کا اظہار کیا اور فرمایا۔ اس طرح علوم و معارف کی جڑیں کاٹ دی جائیں گے۔

تو میں نے عرض کی کہ الحمدللہ، دارالعلوم حقانیہ میں فلسفہ اور منطق کی ساری کتابیں بدستور پڑھائی جا رہی ہیں۔ تو بے حد خوش ہوئے۔ اور مسرت کا اظہار کیا۔ غالباً حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا تھا کہ اگر منطق اور فلسفہ کی کتب نصاب سے خارج کر دی گئیں تو پھر امام رازی کی تفسیر سمجھنے اور سمجھانے والا کوئی بھی نہ ملے گا۔

ازالۂ آسیب کا ایک وظیفہ

۲۰ ستمبر ۱۹۸۲ء۔ ایک شخص نے اپنے کسی متعلق کی آسیب کی شکایت کی۔ فرمایا جب اس پر آسیب کے آثار ہوں اور جنات تکلیف پہنچائیں تو آسیب زدہ کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت پڑھیں۔ شیطان اذان و اقامت سے بھاگتا ہے جب آپ یہ عمل کریں گے تو اللہ پاک اسے نجات عطا فرمائیں گے۔

تدریس میں تدریجی ارتقار

۱۴ محرم الحرام ۱۴۰۳ھ فرمایا جب میں دارالعلوم دیوبند میں تھا اور ہمارے استاذ مولانا عبدالسمیع صاحب بیمار ہوئے تو ان کے زیر تدریس کتابیں مشکوٰۃ وغیرہ میرے حوالے کی گئیں اور یہ عزت مجھے بخشی کہ میں ان کی نیابت کروں، اور مشکوٰۃ پڑھاؤں۔

ایک روز مولانا عبدالسمیع صاحب نے مجھے بلایا۔ اور اپنے صاحب زادے (مولانا عبدالاحد) کے
متعلق ارشاد فرمایا کہ:-

عبدالاحد اگرچہ لائق اور ذہین ہے مگر اسے تدریس کا تجربہ نہیں ہے۔ اس کو بڑی کتابیں ہرگز نہ دی
جائیں۔ اور نئے فارغ التحصیل کو ابتداء ہی سے بڑی کتابیں پڑھانا غلط اور خطرناک طریقہ ہے۔ میری وصیت
یاد رکھنا میرے بیٹے کو تدریجاً ترقی دی جائے اور اسے اولاً پڑھانے کے لئے ابتدائی درجات کی کتابیں دی جائیں
جو بعد میں جب وہ ہر کتاب تین بار تدریس کر لے تب تدریجی ترقی دی جائے۔ تین دفعہ پڑھانے سے مدرس کو کتاب اور
فن سے اچھی خاصی مناسبت پیدا ہو جاتی ہے اور فن کے مبادی یاد رہتے ہیں۔

افادات درس | ۱۱ جنوری ۱۹۸۲ء۔ حقائق السنن شرح اردو جامع السنن للترمذی کی ترتیب و تدوین
کا کام شروع ہے۔ حضرت شیخ عصر کے بعد احقر سے روزانہ مسودہ سنتے ہیں۔ ایک روز مسودہ سن کر فرمایا:-

اگر اس تقریر ترمذی کو میری نسبت سے دیکھا جائے تو کچھ بھی نہیں لیکن خدا تعالیٰ کے فضل و کرم کی
نسبت سے بہت کچھ ہے اس تقریر کی ترتیب و اشاعت سے میرے اندر جو نقائص، عیوب اور کمزوریاں تھیں
وہ بھی ظاہر ہو جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ سے ستاری کی درخواست ہے میں تو ہر وقت اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا
کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت الشیخ المدنی کے علوم و معارف کی صحیح نقل کی توفیق عطا فرمائے۔ درس ترمذی میں
میرا کچھ بھی نہیں جو حضرت شیخ مدنی سے سنا تھا کوشش کی کہ وہی محفوظ رہے۔ اور درس میں ان ہی کے ملفوظات
اور ان ہی کے لطائف نقل کرتا رہا ہوں۔ میں تو صرف اپنے اساتذہ کے علوم کا ناقل ہوں۔ فرمایا جب جوان تھا
تندرستی تھی، صحت تھی اور کام بھی کر سکتا تھا۔ اس وقت برخوردار سمیع الحق اور آپ لوگوں نے ادھر توجہ نہ دی اب
جب کہ ضعف و امراض کی وجہ سے نہ تو مطالعہ کے قابل رہا اور نہ بحث و تکرار کے۔ تو آپ نے یہ کام شروع کر
دیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

مولانا عجب نور صاحب | ۱۱ جنوری ۱۹۸۲ء۔ فرمایا، مولانا عجب نور صاحب بڑے متقی اور نیک نفس
انسان تھے۔ جید عالم اور قدیم و جدید کے ماہر استاد تھے ہمارے دیوبند کی طالب علمی کے زمانہ میں ان کی علمی عظمتوں کا
چرچا ہم سنا کرتے تھے۔ اس زمانہ میں مولانا مراد آباد میں پڑھاتے تھے انہی دنوں جمعیت علماء اسلام کی ورکنگ
کمیٹی کا مراد آباد کا اجلاس ہوا۔ حضرت شیخ المدنی بھی تشریف لے گئے تھے اس موقع پر مجھے بھی وہاں جانے کا موقع ملا۔
تو وہاں پر مولانا عجب نور سے پہلی ملاقات ہوئی تھی پھر جب مولانا معراج العلوم بنوں منتقل ہوئے پھر تو جب بھی اس
راستہ سے گذر ہوتا، ضرور مولانا مرحوم کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ مرحوم کو مجھ سے خصوصی شفقت تھی اور دارالعلوم حقانیہ کی ترقی و بقا
اور استحکام کے لئے ہر وقت دعا گو رہتے تھے۔ اللہ پاک ان کی قبر کو اپنی رحمتوں سے بھر دے ::

باہمّت لوگ
عظیم کارنامے
پی ایم اے لانگ کورس
کے ذریعہ آرمی میں کمیشن حاصل کیجئے

ا۔ مندرجہ ذیل شرائطِ اہلیت پوری کرنے پر آرمی آپ کو پی ایم اے لانگ کورس (داخلہ اکتوبر ۸۴ء) کے ذریعہ کمیشن حاصل کرنے کا موقع فراہم کرتی ہے:۔

الف۔ عمر:۔ (یکم اکتوبر ۱۹۸۴ء کو)

(۱) سویلین :۔ ۱۶ تا ۲۲ سال

(۲) سروس پرسونیل ۱۶ تا ۲۳ سال

(صرف مسلح افواج کے)

(۳) عمر میں رعایت:۔ نیشنل سروس ٹریننگ (صرف مجاہد/جانباز فورس) میں گذاری ہوئی اصل مدت کے لیے دی جائے گی جس کے لیے ٹریننگ کی تکمیل کا سرٹیفیکیٹ پیش کرنا ہوگا۔

ب۔ ازدواجی حیثیت:۔ غیر شادی شدہ (تاہم ۳۰ سال سے زائد کے مسلح افواج کے سروس پرسونیل شادی شدہ ہونے کی صورت میں بھی اہل ہوں گے۔)

ج۔ کم ازکم تعلیمی قابلیت:۔ انٹرمیڈیٹ یا مساوی۔

نوٹ: وہ طلباء بھی درخواست دینے کے اہل ہیں جنہوں نے انٹرمیڈیٹ کا امتحان دیا ہو یا دے رہے ہوں۔ تاہم انہیں آئی ایس ایس بی کے روبرو پیش نہیں کیا جائے گا اور اگر وہ مطلوبہ تعلیمی معیار حاصل نہ کرسکیں اور اپنے امتحان کے نتائج سے پی اے ڈائریکٹریٹ پی اے ۳ (اے) جی ایچ کیو راولپنڈی کو بروقت مطلع نہ کریں تو ان کی درخواست منسوخ کردی جائے گی۔

۲۔ تربیت کی مدت:۔ پاکستان ملٹری اکیڈمی کاکول میں دو سال کورس کی کامیابی سے تکمیل پر کیڈٹس کو پی ایم اے میں ان کی کارکردگی کی بنیاد پر بی اے/بی ایس سی کی ڈگری دی جاتی ہے۔

۳۔ شہریت:۔ لازمی طور پر پاکستان کے شہری ہوں۔ آزاد کشمیر کے باشندے اور سٹیٹ سبجیکٹ کلاس I بھی اہل ہوں گے۔ تاہم انھیں پشتینی سرٹیفیکیٹ پیش کرنا ہوگا۔

۴۔ نااہلیت:۔

الف: وہ اُمیدوار جنھیں آئی ایس ایس بی/سینٹرل سلیکشن بورڈ نے دو مرتبہ اسکرین آؤٹ یا نامنظور کیا ہو۔

ب: وہ امیدوار جنہیں آرمڈ فورسز اپیل میڈیکل بورڈ نے طبی طور پر غیر موزوں قرار دیا ہو۔

ج: وہ امیدوار جنہیں عام میڈیکل بورڈ نے طبی طور پر مستقلاً غیر موزوں قرار دیا ہو تاوقتیکہ اپیل میڈیکل بورڈ انھیں فٹ قرار نہ دے دے۔

د: وہ اُمیدوار جو آرمی/نیوی یا ایئرفورس ٹریننگ اکیڈمی/اسٹیبلشمنٹ سے منتقل ہوتے یا واپس بلاتے گئے یا گورنمنٹ سروس/آرمڈ فورسز سے ہٹاتے/نکالے/برخاست کیے گئے۔ (تاہم وہ کیڈٹس اہل ہوں گے جنہیں ایئرفورس اکیڈمی سے صرف میلان پروازکی کمی کے باعث واپس بلایا گیا ہو)

۵۔ ابتدائی انتخاب:۔

الف: اہل اُمیدواروں کو چاہیئے کہ وہ ۱۰ مئی ۱۹۸۴ء سے ۱۰ جون ۱۹۸۴ء کے دوران کسی بھی کام کے دن مندرجہ ذیل میں سے کسی بھی آرمی سلیکشن اینڈ ریکروٹمنٹ سینٹر پر ابتدائی انتخاب کے لیے ذاتی طور پر پیش ہوں:۔

(۱) آرمی سلیکشن اینڈ ریکروٹمنٹ سینٹر پشاور ملٹری ۳۹۳

(۲) آرمی سلیکشن اینڈ ریکروٹمنٹ سینٹر راولپنڈی جی ایچ کیو ۳۴۱۳

(۳) آرمی سلیکشن اینڈ ریکروٹمنٹ سینٹر لاہور ملٹری ۸۰۳

(۴) آرمی سلیکشن اینڈ ریکروٹمنٹ سینٹر ملتان ملٹری ۳۵۰

(۵) آرمی سلیکشن اینڈ ریکروٹمنٹ سینٹر حیدرآباد ملٹری ۳۶۵

(۶) آرمی سلیکشن اینڈ ریکروٹمنٹ سینٹر کراچی سول ۵۱۰۹۲۳

(۷) آرمی سلیکشن اینڈ ریکروٹمنٹ سینٹر کوئٹہ ملٹری ۳۳۵۳

ب: شمالی علاقوں سے جونیئر کیڈٹ اور پی ایم اے لانگ کورس کے لئے امیدواروں کا ابتدائی انتخاب مندرجہ ذیل پروگرام کے مطابق گلگت اور اسکردو میں ہوگا:

(۱) گورنمنٹ کالج، گلگت ۹ مئی ۱۹۸۴ء تا ۱۳ مئی ۱۹۸۴ء

(۲) گورنمنٹ کالج، اسکردو ۱۵ مئی ۱۹۸۴ء تا ۱۷ مئی ۱۹۸۴ء

ج۔ درخواست فارم آرمی سلیکشن اینڈ ریکروٹمنٹ سینٹرز پر فراہم کیے جائیں گے۔

۶۔ ابتدائی انتخاب سے مستثنیٰ:۔

جو افراد پچھلے کسی پی ایم اے لانگ کورس کے اُمیدوار کی حیثیت سے آئی ایس ایس بی کے امتحانات دے چکے ہوں انہیں آرمی سلیکشن اینڈ ریکروٹمنٹ سینٹرز کے روبرو ابتدائی انتخاب کے لئے دوبارہ پیش ہونے کی ضرورت نہ ہوگی بشرطیکہ ان کے پاس اس امر کا تحریری ثبوت موجود ہو کہ آئی ایس ایس بی نے انہیں نان رکمنڈیڈ قرار دیا ہے۔

حتمی انتخاب:۔

الف۔ اے ایس آر سی کے منظور کردہ اُمیدواروں کی ایک میرٹ لسٹ ان کے انٹرمیڈیٹ کے امتحان میں حاصل شدہ مارکس کی بنیاد پر تیار کی جائے گی۔ اس موقع پر نامنتخب قرار پانے والوں کو جی ایچ کیو کی طرف سے مطلع کردیا جائے گا۔

ب۔ منتخب امیدواروں کا ملٹری ہسپتالوں میں ایک طبی بورڈ معائنہ کرے گا۔

ج۔ طبی طور پر موزوں قرار دیئے جانے والے اُمیدواروں کا آئی ایس ایس بی میں ٹیسٹ/انٹرویو لیا جائے گا۔

د۔ کورس میں شمولیت کے لیے حتمی انتخاب جی ایچ کیو میں کیا جائے گا۔

نوٹ:۔

ا۔ ابتدائی انتخاب کے لیے پیش ہوتے وقت مندرجہ ذیل دستاویزات اپنے ہمراہ لانا نہ بھولیں۔

الف۔ میٹرک اور انٹرمیڈیٹ کے اصل تعلیمی سرٹیفیکیٹ۔

ب۔ نیشنل سروس ٹریننگ (صرف مجاہد/جانباز فورس) کا ڈسچارج سرٹیفیکیٹ جس میں اطلاق ہونے کی صورت میں ٹریننگ کی مدت درج ہو۔

ج۔ چار عدد پاسپورٹ سائز فوٹو جو کسی کلاس I گزیٹڈ افسر سے باقاعدہ تصدیق شدہ ہوں۔ ایک تصویر پر سامنے کی طرف اور باقی تصویروں پر پیچھے تصدیق کی گئی ہو۔

د۔ پرنسپل/کلاس I گزیٹڈ افسر کا جاری کردہ کیریکٹر سرٹیفیکیٹ۔

ی۔ پشتینی سرٹیفیکیٹ (ان اُمیدواروں کی صورت میں جو آزاد کشمیر کے باشندے اور اسٹیٹ سبجیکٹ کلاس I ہوں)

و۔ شہریت کا سرٹیفیکیٹ اگر ۱۳ اپریل ۱۹۵۱ء کے بعد پاکستان ہجرت کی ہو۔

ز۔ ہر تعلیمی سرٹیفیکیٹ کی دو عدد فوٹو کاپیاں جو پرنسپل/کلاس I گزیٹڈ افسر سے باقاعدہ تصدیق شدہ ہوں۔

۲۔ سروِنگ پرسونیل سرکاری ذریعہ پر آرمی سلیکشن اینڈ ریکروٹمنٹ سینٹرز سے رابطہ قائم کریں۔

بے لوث خدمت
بے خوف قیادت

PID(ISLAMABAD) 8288

جہادِ افغانستان

اور

دارالعلوم حقانیہ

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہٗ اور زعماء جہاد کی بعض مجالس کی جھلکیاں

○ ۱۸ مارچ ۱۹۸۳ء۔ حضرت شیخ نے مولانا محمد یوسف افغانی کا پرتپاک استقبال فرمایا۔

○ **مولانا محمد یوسف** حضرت! صرف زیارت و ملاقات اور دعا کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ مجاہدین اور محاذِ جنگ کے رفقاء کے کچھ ضروری امور ہیں اور اس سلسلہ میں بھی کچھ مشورہ دریافت کرنا ہے۔

○ **حضرت شیخ** آپ کس محاذ پر جارہے ہیں۔

○ **مولانا یوسف** ولایت لوگر پر جو کابل سے جنوب کی طرف واقع ہے اور اس سے قبل بھی تین چار محاذوں پر جنگ لڑی ہے ان محاذوں پر میرے ساتھ آپ کے تلامذہ اور دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء نے بھی خوب تعاون کیا ہے۔

○ **حضرت شیخ** کیا آپ کے علاقہ کے عام شہروں اور دیہاتوں میں خلقی پرچمی روسی اور روسی ذہن کے لوگ موجود ہیں۔ آپ کو اور آپ کے رفقا اور اہل ایمان کو ایذائیں پہنچاتے ہیں۔

○ **مولانا یوسف** جی نہیں۔ ہمارے اپنے علاقہ اور اس کے اطراف میں نہ تو پرچمی باقی رہ گئے ہیں اور نہ خلقی۔ نہ روسی اور نہ روسی ذہن کے کابلی۔ اور جو تھے وہ یا تو مارے گئے یا پھر از خود بھاگ گئے ہیں اب بھی اگر مجاہدین کو ایسے کسی فرد کی نشاندہی اور پھر اس کی تصدیق ہو جائے تو راتوں رات اس کے گھر کا گھیراؤ کر کے اسے گرفتار کر لیتے ہیں یا اُسے مار بھگاتے ہیں۔ بحمداللہ اب خدا کے فضل سے ہمارے علاقہ میں ایسے لوگوں کے پیر نہیں ٹکتے۔

○ **حضرت شیخ** محاذ جنگ میں آپ حضرات جس شجاعت پامردی اور بہادری کا مظاہرہ کرتے ہیں آنے والے احباب ان تمام حالات سے آگاہ کر دیتے ہیں باری تعالیٰ مزید استقامت فرمادے ۔ میں تو اپنے طلبہ اور وہاں سے آنے والے مجاہدین کو علی العموم وجعلنا من بین ایدیھم الآیہ اور شاھت الوجوہ کا وظیفہ بتایا کرتا ہوں تو آپ تو

ماشاء اللہ خود عالم دین ہیں۔

○ **مولانا یوسف** جی ہاں! ہم نے اس کی برکات اپنی آنکھوں سے دیکھی ہیں۔ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور صداقت کا مزید یقین ہونے لگا ہے۔ ایک مرتبہ ہم نو رفقاء کا میدانِ جنگ میں ایک بڑی روسی فوج سے سامنا ہوا اور ہم محاصرہ میں آ گئے۔ ہم نو آدمیوں کے پاس صرف تین بندوقیں تھیں۔ ان میں بھی ایک ٹوٹی ہوئی تھی۔ تو میں نے وہاں انا جعلنا فی اعناقہم الخ پڑھ کر مٹھی میں کنکریاں لیں اور شاہت الوجوہ پڑھتے ہوئے دشمن کی جانب پھینکیں اور پھر ہم تین تین ساتھیوں کے گروپ بن کر دشمن کو طرح دے کر مختلف سمت روانہ ہو گئے۔ مگر میرا محاصرہ بہر حال جاری رہا میں ساتھ والے ایک گاؤں میں گھس گیا۔ دشمن کے چالیس ٹینکوں اور اوپر سے بمبار طیاروں نے اس بستی کا محاصرہ کر لیا۔ اور کہا کہ ہمیں آدمی دو۔ بستی کے معززین کو بلایا اور انہیں دھونس دھمکی دی اور حد درجہ تشدد اور ظالمانہ سلوک کیا۔ اور انہیں الٹا لٹکا کر کہتے رہے کہ ہمیں آدمی کا پتہ دو۔ ہمارے محترم مولانا نصر اللہ صاحب کی داڑھی کے بال نوچ نوچ کر میرا دریافت کرتے رہے۔ مگر ان میں کسی نے بھی ہمیں ان کے حوالے کرنے کی حامی نہیں بھری ہم وہاں بستی سے متصل انگوروں کے ایک باغ میں لیٹ گئے۔ جہاں کوئی جائے پناہ نہ تھی۔ اور وشاہت الوجوہ کا عمل جاری رکھا۔ خدا کی قدرت اور اسلام کا معجزہ کہ اس گئے گذرے دور میں ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ اسی باغ میں بار بار روسی فوجی داخل ہوتے بوٹا بوٹا الٹ دیا۔ ہمارے آنکھوں کے سامنے گھومتے پھرتے دندناتے رہے ان کی ہر ادا ہمارے مشاہدہ میں تھی۔ مگر خدا کی شان کہ ہم باغ میں ہوتے ہوئے بھی ان کی نظروں سے پوشیدہ تھے۔

○ **حضرت شیخ** جی ہاں۔ وجعلنا من بین ایدیھم سدا ومن خلفھم سدا فاغشیناھم فھم لا یبصرون کا یہی معنی ہے۔

○ **مولانا یوسف** ایک مرتبہ ہمارا ایک فوجی محاذ جو مجاہدین کے اسلحہ کا مرکز تھا، کو تاراج کرنے کے لئے روسی فوج نے ۴۰ ٹینکوں اور ۱۸ بمبار طیاروں سے یلغار کر دی۔ میرے ساتھ اتفاق سے اس وقت آٹھ ساتھی رہ گئے تھے اور وہ بھی دینی مدرسہ کے طالب علم۔ ہم نے اپنے مورچہ میں بیٹھ کر دشمن کے حملے کا ڈٹ کر جواب دیا۔ اور اس انداز سے اندھا دھند فائرنگ کی کہ

دشمن کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اور ہم خدا کے فضل سے محاصرہ ہوتے ہوئے بھی دشمن پر غالب آئے۔ دشمن کے سینکڑوں افراد ہلاک اور جہنم رسید ہو گئے۔ جب حملہ آور فوج کابل واپس ہوئی اور ان سے ان کی ناکامی سے متعلق افسرانِ بالا نے باز پرس کی تو انہوں نے رپورٹ دی کہ ناکامی کا سبب قلعہ کے اندر دس ہزار مجاہدین کی موجودگی اور ان کا زبردست دفاع ہے۔ حالانکہ قلعہ میں صرف آٹھ آدمی موجود تھے پھر ہم نے دیکھا کہ دشمن اپنے مُردوں اور زخمیوں کو ہیلی کاپٹروں کے ذریعے اٹھا رہے ہیں۔

○ **حضرت شیخ** | آج کل تو سخت سردی پڑ رہی ہے اور برف باری بھی ہو رہی ہے۔ تو اس سے مجاہدین کو بھی سخت مشکلات پیش آتی ہوں گی۔

○ **مولانا یوسفؒ** | جی ہاں۔ بعض مقامات پر برفباری کی وجہ سے مجاہدین کو زبردست مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک مقام پر چھ روز تک مجاہدین دشمن کی فوج کے محاصرے میں آ گئے۔ تو برف کے تودوں پر رہتے رہتے ان کے پاؤں ٹھنڈے پڑ گئے۔ اور نیچے سے کٹ گئے مگر اس حالت میں بھی انہوں نے دشمن کا حد درجہ پامردی اور استقامت سے مقابلہ کیا اور دشمن کے ۴۰ ٹینک اور ۱۸ جہاز مار گرائے۔ ایک دوسرے محاذ پر جب مجاہدین دشمن کے طویل محاصرہ میں آ گئے۔ تو سردی کی وجہ سے ۲۰۰ مجاہدین کے پاؤں نیچے سے کٹ گئے۔

اس موقعہ پر حضرت اقدس کے چہرہ پر حد درجہ حزن و ملال کے آثار ہویدا ہوئے اور کافی دیر تک ان کے لئے دعائیں فرماتے رہے۔

علامہ مولانا عبدالحلیم مردانیؒ کا سوانحی مواد

بندہ حضرت الاستاذ مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے زیر سرپرستی والد ماجد حضرت شیخ التفسیر مولانا عبدالحلیم صاحب نور اللہ مرقدہ صدر المدرسین دارالعلوم حقانیہ کی سوانح حیات ان کی دینی و ملّی اور علمی خدمات پر مشتمل ایک تذکرہ مرتب کر رہا ہے حضرت کے متعلقین اجل شیوخ، ارشد تلامذہ اور دیگر حضرات سے التماس ہے کہ ان کے بارہ میں مضامین مقالات اور قیمتی آرا اور یادداشتیں جو بھی ہوں مندرجہ ذیل پتہ پر ارسال کریں۔

محمد ابراہیم فانی۔ مدرس دارالعلوم حقانیہ۔ اکوڑہ خٹک

ایگل
ایک عالمگیر
قلم
EAGLE
خوشنما
رواں اور
دیرپا۔
اسٹیل
کی
سفید
اریڈیم ٹپڈ
نب کے
ساتھ
ھر
جگہ
دستیاب
EAGLE
IRIDIUM
آزاد فرینڈز
اینڈ کمپنی لمیٹڈ
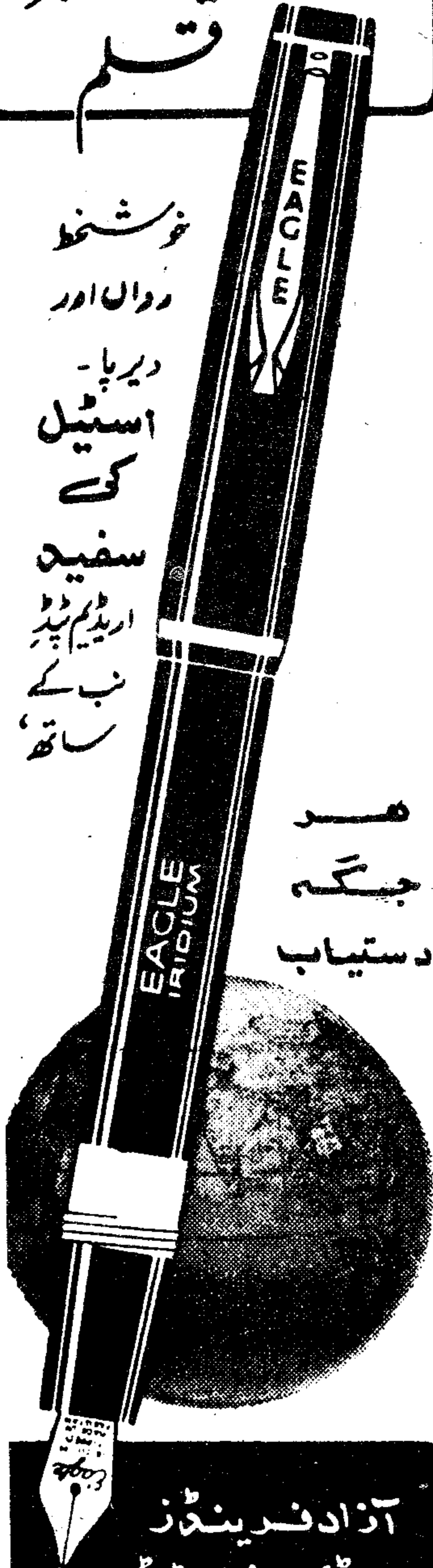
دلکش
دلنشیں
دلفریب
حسین
کے
پارچہ جات
حسین کے خوبصورت پارچہ جات
نہ صرف آنکھوں کو بھلے لگتے ہیں
بلکہ آپ کی شخصیت کو بھی
نکھارتے ہیں۔ خواتین ہوں یا
مرد دونوں کے ملبوسات کیلئے
موزوں۔ حسین کے پارچہ جات
شہر کی ہر بڑی دکان پر
دستیاب ہیں۔
HUSEIN
FABRICS
خوش پوشی کے پیش رو
حسین ٹیکسٹائل ملز
حسین انڈسٹریز لمیٹڈ کراچی
کا ایک ڈویژن

پاکستان کا
نمبر
1
بائیسکل
SOHRAB
سہراب

خاص برائے الحق
قسط ۴

مولانا محمد شہاب الدین ندوی
ناظم فرقانیہ اکیڈمی۔ بنگلور۔ ۵،

عورت اور آزادانہ سیر و سیاحت

——— ایک آیت قرآنی پر بحث

لفظ سیاحت و رہبانیت کی تحقیق قرآن، حدیث اور کلام عرب کی روشنی میں ———

انسانی فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ کوئی شخص کسی ایسے کام کو کرنا چاہتا ہے جس سے وہ کافی متاثر ہے۔ تو وہ منع کئے جانے پر ایک طرح سے افسردہ اور بد دل ہو جاتا ہے اور بعض اوقات اس کے کرنے سے باز نہیں آتا۔ یہ ایک نفسیاتی مسئلہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اخلاقی مسئلہ بھی ہے۔ چونکہ ہادئ اعظم انسانی فطرت کے رمز شناس اور سب سے بڑے معلم اخلاق تھے، لہٰذا آپ نے دیکھا کہ اس چیز کی قطعی ممانعت تربیتی نقطۂ نظر سے نقصان دہ ہو سکتی ہے۔ لہٰذا آپ نے اس کا رخ دوسری طرف پھیرتے ہوئے نعم البدل کے طور پر چند دوسرے نسخے تجویز فرمائے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے "سیاحت" کو تو باقی رکھا مگر اس کے معانی اور تصورات بدل دئے۔ چنانچہ کبھی تو فرمایا گیا: سیاحة هذه الامة الجهاد فی سبیل الله تعالیٰ[۴۲] نیز " رهبانية هذه الامة الجهاد فی سبیل الله عز وجل ."[۴۳] اور کبھی کہا گیا: "سیاحة هذه الامة الصیام ."[۴۴]

یہ نسخہ غالباً نوآموز قسم کے لوگوں کے لئے رہا ہوگا۔ جیسا کہ اوپر والی جہاد کی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بات آپ نے ایک غیر معروف شخص شاید کسی بدوی کے جواب میں ارشاد فرمائی۔ جیسا کہ مروی ہے: ان رجلاً قال یارسول الله ائذن لی فی السیاحة ۔ (کہ ایک شخص نے کہا کہ یارسول اللہ مجھے سیاحت کی اجازت دیجئے) اس کے برعکس وہ حدیثیں جن میں صاف سیاحت کی نفی کی گئی ہے۔ مثلاً لاسیاحة فی الاسلام۔[۴۵]

---

[۴۲] اس امت کی سیاحت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ [۴۳] اس امت کی رہبانیت جہاد ہے اللہ کے راستے میں۔ [۴۴] اس امت کی سیاحت روزے رکھنا ہے۔ (ان حدیثوں کے حوالے پچھلے صفحات میں گزر چکے ہیں۔) [۴۵] لسان العرب: ۲/۴۹۳ (اسلام میں سیاحت نہیں ہے۔)

یا ان الرهبانیة لم تکتب علینا۔ ۴۶ یہ غالباً راسخ العقیدہ لوگوں سے خطاب یا عمومی اصول کے طور پر ہو سکتا ہے، کیونکہ مطالعۂ حدیث کی رُو سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ہر شخص سے اس کے حالات کے مطابق خطاب فرمایا کرتے تھے۔

صحیح احادیث میں سیاحت کے نعم البدل کے طور پر مذکورہ بالا دو ہی شکلیں بتائی گئی ہیں، یعنی جہاد اور روزہ۔ بقیہ جو شکلیں ہیں یعنی تعلیمی سفر، ہجرت، حج، آیاتِ الٰہی کا مطالعہ وغیرہ۔ تو یہ سب قیاسی و اجتہادی امور ہیں یا ان کی حیثیت تفسیری اقوال کی سی ہے۔ اس حیثیت سے سب سے زیادہ قوی اور محکم چیزیں یہی دو ہیں اور ان دونوں میں جہاد کی حیثیت خلافت ارض کے نقطۂ نظر سے بہت اہم بلکہ اہم ترین ہے۔ کیونکہ وہ اسلام جو خلافت ارض کا محرک اور اسکی بقا کا ذمہ دار ہے۔ خود اس کا اپنا مدار ہی جہاد پر ہے۔ یعنی جہاد ہی اسلام اور نظامِ اسلام کی بقا کا ضامن ہے۔ اور عالم اسلام پر جو بھی مصائب آئے ہیں یا آرہے ہیں یا آئیں گے، وہ سب درحقیقت جہاد اور اسکی اسپرٹ کو فراموش کر دینے کا نتیجہ ہیں۔ اور یہ چیز رہبانیت و خانقاہیت کی بھی ضد ہے۔ اس وجہ سے حدیثوں میں جہاد پر ابھارا گیا ہے۔ تاکہ نظامِ عالم درہم برہم نہ ہو اور نیک لوگوں کی رہبانیت و خانقاہیت کے باعث شر پسند قوتیں غالب آکر اللہ کی زمین میں فتنہ و فساد نہ پھیلائیں۔ اور اللہ کے فرمانبردار لوگ عزلت و گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کرکے شر پسندوں کو کھلی چھوٹ نہ دے دیں۔ بلکہ وہ میدان کارزار میں داخل ہوکر ان باطل قوتوں کا مقابلہ کرکے اللہ کی زمین کو فسادیوں سے پاک و صاف کریں۔ ورنہ اللہ کے نام لیواؤں کی زندگی دوبھر ہوجائے گی۔ یہ ہے جہاد کا صحیح مقصد اور اسکی اسپرٹ، ظاہر ہے کہ یہ چیز سیاحت و رہبانیت کی عین ضد ہے۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ط اور اگر اللہ (مختلف لوگوں میں) ایک دوسرے کی مدافعت نہ کرتا تو خانقاہیں، مدرسے، عبادت خانے اور مسجدیں۔ جن میں اللہ کا نام بکثرت لیا جاتا ہے۔ سب ڈھا دئے گئے ہوتے۔ (حج: ۴۰)

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ۔ اور اگر اللہ (اپنی سنت جاریہ کے مطابق) انسانی (گروہوں میں سے) ایک دوسرے کی مدافعت نہ کرتا تو زمین فساد سے بھر جاتی۔ (بقرہ ۲۵۱)

یہ تو ہوئی سیاحت و جہاد کی حقیقت و ماہیت اور ان کا فلسفہ۔ مگر یہ عجیب بات ہے کہ ایک ایسی چیز

---

۴۶ رہبانیت ہم پر شروع نہیں کی گئی۔ (حوالہ پچھلے صفحات میں)

کو جو درحقیقت سیاحت کی ضد ہے سیاحت بنا کر پیش کی گئی ہے۔ مگر نہیں بلکہ حقیقتاً اسلام نے اس لفظ (سیاحت) کے معنی اپنی مرضی سے بدل دئے ہیں۔ تاکہ ایک عہد کا خاتمہ ہو کر دوسرا نیا عہد اس کے ذریعہ شروع ہو۔ یہ اسلام کا ایک عظیم ترین کارنامہ ہے جو درحقیقت تکمیل دین سے تعلق رکھتا ہے۔

اب رہا معاملہ روزے کا تو یہ ان تمام لوگوں کے لئے قابل عمل ہے جو کسی سبب یا مجبوری کی وجہ سے جہاد میں حصّہ نہ لے سکتے ہوں۔ اگر آپ غور فرمائیں تو نظر آئے گا کہ روزہ بھی درحقیقت ایک قسم کا جہاد ہی ہے۔ کیونکہ اس میں بھی مشقت اور نفس کا مجاہدہ ہوتا ہے۔ بلکہ یہ بھی دراصل جہاد کی تیاری ہی کا ایک اہم ذریعہ و وسیلہ ہے۔ اور اس کے ذریعہ عوام کی تربیت ہوتی ہے۔ اور اُن مشقتوں اور صعوبتوں کو برداشت کرانے کی گویا ایک مشق کرائی جاتی ہے۔ جو راہ جہاد میں پیش آسکتی ہیں۔ اس اعتبار سے سیاحت سے روزہ مراد ہونا ایک عمومی کلیّہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ اس معنی میں سب سے زیادہ مشہور ہو گیا۔

بہرحال ہر شخص اپنے حالات اور اپنے ظرف و حوصلے کے مطابق ان مختلف تاویلات میں سے کسی پر بھی عمل کر کے "سائح" بن سکتا اور "سائح" کہلا سکتا ہے۔ اور یہ دروازہ ہر خاص و عام کے لئے کھلا ہوا ہے۔ وللہ الحمد حمداً طیباً کثیراً۔

سیاحت اور سیر و تفریح | اس تفصیلی بحث اور حقیقت حال کی وضاحت کے بعد اب مزید کسی تردید یا لمبی چوڑی بحث کی ضرورت تو باقی نہیں رہی، ہاں البتہ چند نکات کی وضاحت ناگزیر نظر آتی ہے، تاکہ یہ بحث ہر حیثیت سے مکمل ہو جائے۔

چنانچہ یہ حقیقت بخوبی ظاہر ہو گئی کہ سیر و سیاحت کا جدید مفہوم اس قرآنی مفہوم و مقتضیٰ سے میل نہیں کھاتا۔ بالفاظ دیگر آزادانہ سیر و سیاحت یا سیر سپاٹے کی اس لفظ کے تحت کوئی گنجائش نہیں نکل سکتی۔ اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ زیر بحث آیت کریمہ (توبہ: ۱۱۲) میں مذکور تمام صفات (التائبون العابدون الحامدون السائحون الراکعون۔ الخ) آزادانہ سیر و سیاحت کے مفہوم سے ہم آہنگ نظر نہیں آتیں اور اس قسم کا کوئی بھی مفہوم ائمہ لغت و تفسیر کے خلاف بلکہ کلام عرب کے خلاف ہے۔ اور اس کی تائید میں کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ درجے کی تائید بھی پیش نہیں کی جا سکتی۔ مفسرین و مترجمین کو کوسنا تو خود اپنی جہالت کا ثبوت دینا یا اندھیرے میں تیر چلانا ہے۔

اور یہ تمام صفات جیسا کہ تفسیر کبیر کا حوالہ اوپر گزر چکا (سیاق کلام کے اعتبار سے) مجاہدین کی صفات کے طور پر وارد ہوئی ہیں، جن کا تذکرہ ماقبل کی آیت میں "ان اللہ اشتریٰ من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ یقاتلون فی سبیل اللہ۔ الخ" (ترجمہ شروع میں گزر چکا ہے۔)

کی شکل میں کیا گیا ہے۔ نحوی اور ادبی اعتبار سے تفسیر کبیر اور دیگر تفاسیر کے مطابق اسکی توجیہہ اس طرح کی گئی ہے ھم التائبون العابدون۔ الخ یعنی اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے وہی لوگ ہیں جو توبہ کرنے والے، عبادت گزار، حمد کرنے والے "سیاحت کرنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، معروف کا حکم کرنے والے، منکر سے روکنے والے اور اللہ کی حدود کو قائم کرنے والے۔"

سیاحت عربی اور اردو میں ظاہر ہے کہ عقلی اعتبار سے بھی اس سیاق و سباق میں مطلق سیر و سپاٹے کا کوئی جوڑ نہیں بیٹھتا، اصل میں دھوکا لفظ سیاحت سے ہو جاتا ہے۔ جس کا معنی و مفہوم عربی میں کچھ ہے تو اردو میں کچھ اور۔ اردو میں مروجہ مفہوم کے اعتبار سے لفظ سیاحت کے تصور ہی سے ذہن میں سیر و تفریح اور دور جدید کے مہیا کردہ تمام لوازم کا تصور بھی آجاتا ہے۔ ذرا آپ موجودہ دور کے اونچے درجے کے فائیو اسٹار (FIVE STAR) ہوٹلوں اور ان کی فراہم کردہ تفریحات یعنی "فائیو اسٹار کلچر" کا تصور کیجئے جو آجکل کی معیاری سیاحت و تفریح کا ایک لازمہ ہے۔ اور آپ ملاحظہ کر چکے ہیں کہ کلام عرب اور ائمہ لغت کی تصریحات کی روشنی میں اس قسم کے "مسرفانہ مفہوم" کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ چونکہ لفظ سیاحت عربی اور اردو میں مشترک ہے اس لئے اکثر دھوکا ہو جاتا ہے کہ ہمارے ذہنوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ مثال کے طور پر اگر کوئی شوقیہ اور محض دل بہلانے کی خاطر سفر کرتا ہو۔ اور جواز کے طور پر اس آیت کو پیش کرتا ہو تو یہ ایک غلط استدلال ہوگا۔

اس موقع پر یہ غلط فہمی نہ رہے کہ راقم سطور کو مطلق سفر و سیاحت یا تفریح و اعتراض ہے یا اسکو وہ ناجائز سمجھتا ہے۔ مگر بات آیت قرآنی سے استدلال کی ہے۔ خدا نے اگر آپ کو فراخی عطا کی ہے، تو تفریح کیجئے اور ضرور کیجئے مگر خدارا اس آیت کو دلیل نہ بنائیے۔

واقعہ یہ ہے کہ عربی اور اردو میں بہت سے ایسے مشترک الفاظ پائے جاتے ہیں جن کا مفہوم عربی میں کچھ اور ہے اور اردو میں کچھ اور۔ جیسے لفظ صداقت عربی میں دوستی کو کہتے ہیں، مگر اردو میں یہ سچائی کے معنی میں مستعمل ہے۔ اس طرح عربی میں "غرور" کے معنی فریب کے ہیں۔ مگر اردو میں یہ "تکبر" کا ہم معنی ہے۔ عربی میں اور خاص کر قرآنی محاورے میں "ظلم" بے جا حرکت کو کہتے ہیں (وضع الشئی فی غیر محلہ) مگر اردو میں اس کے معنی کسی کو ستانے کے ہیں۔ دولت عربی میں حکومت کے ہم معنی ہے۔ مگر اردو میں مال و متاع کے لئے بولا جاتا ہے۔ شربت عربی میں ایک گھونٹ کو کہتے ہیں۔ لیکن اردو میں یہ ایک میٹھے اور خوشگوار مشروب کا نام ہے۔ اسی طرح شراب عربی میں کسی بھی پی جانے والی چیز یا مشروب کو کہہ سکتے ہیں۔ (قرآن میں پانی اور شہد وغیرہ کو شراب کہا گیا ہے۔) مگر اردو میں شراب صرف نشہ لانے والی حرام چیز کا نام ہے۔ اگر غلطی

سے کوئی عربی داں جو اردو نہ جانتا ہو کسی اردو داں سے "شراب" کا مطالبہ کر بیٹھے تو پھر قیامت ہی آجائیگی۔

غرض اس طرح کے سینکڑوں الفاظ ہیں جن کے معانی و مطالب میں دونوں زبانوں میں نمایاں فرق ہے، یہی حال لفظ سیاحت کا بھی ہے۔ بیشک یہ لفظ جدید عربی میں ٹھیک اس معنی میں مستعمل ہے جو اردو میں مستعمل ہے۔ یعنی: TRAVEL, JOURNEY, TOUR [۴۷]

مگر یہاں پر بحث قدیم عربی اور قرآن و حدیث کے محاورات کی ہے، چاہے اس کے معنی جدید عربی میں کچھ ہی کیوں نہ بن گئے ہوں۔

عربی کے جدید مفسرین | اس ملاحظے کے بعد عرض ہے کہ عربی کے جن جدید مفسرین نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں بعض نئے خیالات اور نئی تعبیرات کا اظہار کیا ہے انہوں نے بھی اسکو مشروط طور پر دینی مقاصد کے تحت رکھا ہے اور مطلق سیر و سیاحت کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ مثلاً علامہ سید رشید رضا مصری اور سید قطب شہید وغیرہ۔

چنانچہ اول الذکر اپنی تفسیر میں تحریر کرتے ہیں جس کا ملخص یہ ہے کہ "سائحون" سے مراد وہ لوگ ہیں جو اقطار ارض میں کسی صحیح غرض کی خاطر سفر کرتے ہوں، خواہ وہ علم سے متعلق ہو یا عمل سے، جیسے جہاد فی سبیل اللہ طلب علم، جو اپنی قوم کے لئے دینی و دنیوی دونوں اعتبار سے نافع ہو۔ یا مخلوقات الٰہی اور مختلف قوموں کے حالات و واقعات کا جائزہ لینے کی غرض سے ہو۔ نیز اللہ کی آیات و نشانات کا مشاہدہ کرنے کی غرض سے، جس پر قرآن کی بہت سی آیتوں میں ابھارا گیا ہے۔

اسی طرح موصوف نے "سائحات" کے تحت عورت کو بھی اپنے شوہر یا کسی ذی محرم کے ساتھ صحیح غرض کے تحت سیاحت کرنے کو بھی جائز بتایا ہے۔ کیونکہ اسلام میں عورت کا سفر ذی محرم کے بغیر ممنوع ہے۔ نیز موصوف نے اس میں تجارت اور رزق حلال کی تلاش و طلب کو بھی شامل کیا ہے۔ [۴۸] اور سید قطب کا رجحان اس طرف ہے کہ اس سے مراد اللہ کی مخلوق اور اس کے سنن و آثار میں غور و فکر کرنے والے ہیں۔ [۴۹]

سیاحت اور مترجمین اردو | اس جائزے سے واضح ہو گیا کہ اس قرآنی لفظ سے مقصود مطلق سیر و

---

۴۷ ملاحظہ ہو: القاموس العصری، مؤلفہ الیاس انطون الیاس، بیروت۔

۴۸ ملخص از تفسیر المنار: ۱۱/۵۲ مطبوعہ بیروت۔

۴۹ فی ظلال القرآن: ۱۱/۴۹، بیروت، ۱۳۸۶ھ

سیاحت کسی حال میں بھی درست نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ علامہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں اس سیر وسیاحت کی مذمت کی ہے جو کسی صحیح غرض وغایت کے لئے نہ ہو۔ ۵۰ لہذا جن مترجمین نے اس کا ترجمہ محض "سیر وسیاحت" کیا ہے وہ غلط یا خلاف احتیاط ہے۔ اور اس وقت میرے سامنے اردو کے جو مختلف ترجمے ہیں ان میں سوائے مولانا آزاد مرحوم کے کسی نے اس کا ترجمہ سیر وسیاحت نہیں کیا ہے۔ ۵۱

مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا فتح محمد جالندھری، مولانا احمد علی لاہوری، مولانا سعید احمد دہلوی اور مولانا عبدالماجد دریابادی وغیرہ اس کا ترجمہ "روزہ رکھنے والے" کرتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی اس کا ترجمہ خدا کی راہ میں سفر کرنے والے (سفر در راہ خدا کنندگاہ) کرتے ہیں۔ ان کی اتباع میں شاہ رفیع الدین صاحب، ڈپٹی نذیر احمد دہلوی، مولانا عبدالحق حقانی اور مرزا حیرت دہلوی نے تھوڑے سے لفظی فرق کے ساتھ یہی ترجمہ کیا ہے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری "سفر کرنے والے" مولانا مودودی "اللہ کی خاطر زمین میں گردش کرنے والے" اور مولانا امین احسن اصلاحی "ریاضت کرنے والے" تحریر کرتے ہیں۔

سب سے زیادہ اچھوتا ترجمہ شاہ عبدالقادر دہلوی کا ہے، جنہوں نے "بے تعلق رہنے والے" کیا ہے۔ یعنی دنیا اور اس کے مرغوبات میں دل نہ لگانے والے۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن نے اپنے ترجمے میں اسی کا اتباع کیا ہے۔

میری نظر میں ترجیح اس ترجمے کو ہوتی جس میں روزہ رکھنا مراد لیا گیا ہو، جیسا کہ دلائل سے بخوبی ظاہر ہوگیا، پھر اس کے بعد سب سے بہتر ترجمہ وہ ہوگا جس کو حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی اور ان کے متبعین نے کیا ہے۔ یعنی "اللہ کی راہ میں سفر کرنے والے" اس میں وہ تمام خوبیاں داخل ہو جاتی ہیں جو روزہ رکھنے کے ماسوا کتب تفاسیر میں وارد ہوئی ہیں۔ اور اس میں جہاد بھی شامل ہوسکتا ہے جسکی میرے نزدیک خلافت ارض کے نقطۂ نظر سے سب سے زیادہ اہمیت ہے۔ ھذا ما بدا لی من تفقه کتاب اللہ الکریم وسنة نبیه علیه الصلاة والسلام۔

---

۵۰ تفسیر القرآن العظیم : ۲/۳۹۲، مطبوعہ مصر۔

۵۱ یہاں پر بات صرف ترجمے کی ہے۔ اگرچہ موصوف نے اسکی جو تفسیر کی ہے وہ بالکل درست ہے۔

از ریٹائرڈ میجر امیر افضل خان

حضرت صدیق اکبرؓ کی فوجی حکمتِ عملی کا جائزہ

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ سوا دو سال کے قریب ہے۔ اتنے کم عرصہ میں جتنی مہمات بھیجی گئیں یا جتنی جنگیں ہوئیں، اوسط کے لحاظ سے دنیا کے کسی حکمران کے عہد میں ایسا نہیں ہوا۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ تمام حالات کو مدینہ شریف میں بیٹھ کر کنٹرول کر رہے تھے۔ آپ کے ماتحت اس عرصہ میں کم از کم سترہ آرمی کمانڈر (سالار لشکروں) نے کام کیا۔ اور مہمات کے لئے مختلف لشکروں نے جو سفر کیا اگر تمام فاصلوں کو جمع کیا جاتے تو یہ مسافت کوئی تیس ہزار میل بنتی ہے۔

صرف اکیلے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا سفر آٹھ سے دس ہزار میل کے قریب بنتا ہے۔ اور اگر فتوحات کا اندازہ لگایا جائے تو بھی اتنے کم عرصہ میں اتنی فتوحات دنیا کے کسی حکمران کے عہد میں نہیں ہوئیں۔ فتوحات کی کی جو اوسط بنتی ہے تو" زمان و مکاں "کے لحاظ یہ دنیا بھر میں پہلے نمبر پر ہے۔ بے شک دنیا کے سپہ سالار اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رفیق خاص اور یار غار کی ہی ایسی شان ہو سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ بخدا جو کچھ حضرت صدیق کر گئے ہم اس کے آدھے تک بھی نہیں پہنچ سکتے۔

فوجی لحاظ سے حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت کو تین مرحلوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ اول امت کو مرکزیت دینا، اور مرتدین کا قلع و قمع کرنا۔ دوم عراق کی محدود فتوحات اور سوم شام و فلسطین پر یلغار۔

عسکری تاریخ کے طور پر ان واقعات کو سرسری طور پر بیان کرنے کے لئے ایک کتاب کی ضرورت ہے اور اس مضمون میں ہم ایک اجمالی خاکہ پیش کر رہے ہیں کہ قارئین اپنے رہنماؤں کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ ہمارے ہاں حضرت صدیق رضؓ کی صداقت، حضورؐ کا عشق، خلق اور انتظامی قابلیت وغیرہ متعدد صفات کے بارے میں تو لوگوں کو کچھ نہ کچھ معلوم ہی ہے لیکن اس بات کا بہت کم لوگوں کو علم ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ، حضور پاکؐ کے بعد دنیا کے بہترین سپہ سالار اعظم ہیں۔ اور فوجی حکمت عملی و تدبیرات کی ایسی مثالیں چھوڑی ہیں کہ دنیا کے عظیم جرنیل ان کے سامنے بچّے

نظر آتے ہیں اور یہ مثالیں ایسی ہیں جن سے سبق سیکھنے اور اپنانے کے بعد ہم آج بھی دنیا میں اپنے کھوئے ہوئے مقام کو حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی وفات جمادی الثانی میں ہوئی۔ اور ہر سال ہم اس کا ذکر کرتے ہیں لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ جمادی الثانی کے مہینہ میں ملک بھر میں ایسی مجلسیں قائم کریں جو آپ کی زندگی کے تحقیقی مطالعہ کے بعد آپ کے اصولوں اور عملوں میں قوم کے لئے نشانِ راہ تلاش کریں۔ فوجی لحاظ کی چند تحقیقات اس مضمون میں پیشِ خدمت ہیں۔

آپ نے اپنی خلافت کے پہلے مرحلہ میں سب سے پہلا کام جو آپ نے کیا وہ سراسر فوجی تھا۔ یعنی حضرت اسامہ بن زیدؓ کے لشکر کو ملک شام اور موجودہ اردن کی سرحدوں کی طرف روانہ کیا۔ اور لشکر کی روانگی کے وقت خود کئی میل لشکر کے ساتھ پیدل چلتے گئے۔ حضورؐ پاک کی وفات کے بعد قبائلی باغی ہو گئے۔ اور جھوٹے نبی آگے آرہے تھے۔ اور خود مدینہ کو انتہائی خطرہ تھا۔ لہٰذا متعدد صحابہ جن میں حضرت عمرؓ بھی شامل تھے وہ بھی اس خیال کے حامی تھے کہ اول تو وہ وقت مناسب نہ تھا کہ حضرت اسامہ کا لشکر مدینہ سے باہر بھیجا جائے لیکن اگر ایسا ضروری بھی ہے تو پھر بہتر ہوگا کہ کہیں زیادہ تجربہ کار صحابی کو سالارِ لشکر بنایا جائے۔

مورخین اس سلسلہ میں حضرت صدیقؓ کا صرف اتنا جواب لکھتے ہیں کہ آپ نے فرمایا

" ابو قحافہ کے بیٹے (حضرت صدیق) کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ حضور پاکؐ کے حکم میں کوئی تبدیلی کرے "

اس زمانے کے ہمارے ایک فوجی مبصر رقمطراز ہیں کہ

" حضرت صدیقؓ نے یہ سب کچھ حضور پاکؐ کی تابعداری کے طور پر کیا۔ ورنہ فوجی حکمت عملی کے لحاظ سے اسامہؓ کے لشکر کو مدینہ سے باہر بھیجنا مناسب نہ تھا۔ لیکن اپنی کتاب میں آگے جا کر خود تسلیم کرتے ہیں کہ مہم کامیاب رہی "

اب اس بے چارے مبصر کو کیا معلوم کہ حضور پاکؐ کے حکم کی تعمیل میں بہت بڑی فوجی حکمت عملی ہے اور آگے نتائج کے لحاظ سے بھی یہ حکمت عملی صحیح ثابت ہوئی۔ تو پھر اس کارروائی پر شک کرنا فضول ہے۔ بہرحال بنیادی لحاظ سے بھی اگر دیکھا جائے تو مدینہ شریف کو کوئی خطرہ نہ تھا کہ خندق کھدوا کر حضور پاکؐ نے مدینہ شریف کو ایک مستقر میں تبدیل فرما دیا تھا۔ کہ چند مرد، عورتوں اور بچوں کی مدد سے کئی ماہ تک مدینہ شریف کا دفاع ہو سکتا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے دلوں کو جوڑ دیا تھا۔ اور وہ سیسہ پلائی دیوار بن چکے تھے۔ ساتھ ہی مکہ شریف اور طائف کے قبائل وفادار تھے اور مدینہ پر حملہ آور دشمن کے خلاف کسی وقت بھی پہنچ سکتے تھے۔ نیز مدینہ طیبہ سے یہودی نکالے جا چکے تھے اور وہ اسلام کا قلعہ بن چکا تھا۔

پھر مدینہ شریف پر بنو اسد اور غطفان کے جن قبائل نے حملہ کیا یا حملہ کر سکتے تھے ان کی تعداد اتنی کم تھی کہ مدینہ میں رہنے والے چند صحابہ ان کو بھگا سکتے تھے۔ اور یہی ہوا کہ باغی قبائل کو مدینہ کے باہر سے ہی نہ صرف بھگا دیا گیا

بلکہ پہلے مرحلہ میں ان کا ذو قصہ تک پیچھا کیا گیا اور دوسرے مرحلہ میں نقرۃ تک کے علاقہ تک دشمن کو بھگا دیا گیا۔

حضرت اسامہ رضؓ کی دور دراز مہم نے تمام عرب قبائل پر ایک طرف روم کی سلطنت کے باجگذار عیسائیوں پر ایسا رعب ڈالا کہ وہ اپنے علاقے میں محدود ہو کر رہ گئے۔ اور پھر حضرت صدیق اکبرؓ نے ایک ایک کرکے پہلے باغی قبائل کو راہِ راست پر لایا اور پھر دنیا کی دو عظیم سلطنتوں کو تہس نہس کرنے کے لئے اپنی فوجی حکمت عملی کی نہ صرف بسم اللہ کی بلکہ پہلا مرحلہ کامیابی کے ساتھ مکمل کیا۔

مرتدین اور باغی قبائل کے قلع قمع کے لئے آپ نے اسامہؓ کے لشکر کی واپسی کا انتظار کیا۔ اور پھر گیارہ لشکر منظم کئے۔ اور ان کے ہیڈ کوارٹر بنا دئے گئے۔ لیکن بھرتی اور کارروائی کے لئے زمان و مکاں کا خیال رکھتے ہوئے اتنے اعلیٰ پایہ کی تجویز بنائی کہ آدمی عش عش کہہ اٹھتا ہے۔ اور عملی طور پر اس تجویز کے ایسے نتائج نکلے کہ ایک تجویز پر عمل کرنے کے بعد جو نتائج نکلتے تھے وہ از خود اگلی تجویز کی بنیاد بنتے۔ اور اس طرح جب مرتدین کا قلع قمع ہوا تو اس کے نتائج کی بنیاد پر عراق کی فتوحات کی حکمت عملی بنائی گئی۔ اور عراق کی محدود فتوحات۔ شام و فلسطین کی فتوحات کے پہلے مرحلہ کے لئے ایک اضافی اور امدادی فوجی مدد ثابت ہوئیں۔

آپ نے جن گیارہ لشکروں کی ترتیب دی تو ساتھ ہی کام بھی سونپا گیا اور زمان و مکاں کا لحاظ رکھتے ہوئے وقت کا تعین بھی کر دیا کہ کون کون سا لشکر کب منظم ہوگا اور کب کونسا عمل شروع کرے گا۔ مختصر طور پر تجویز حسب ذیل تھی (نقشہ سے مدد لیں)

(۱) حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے قبیلہ طے کے علاقہ سے ہوتے ہوئے بزوخا میں جاکر جھوٹے نبی طلیحہ کا قلع قمع کریں گے۔ ارد گرد عیینہ بن حصن اور ام خرقہ کی بیٹی کی بغاوتوں کو فرو کرتے ہوئے نقرہ میں عبا العزیٰ کا دفاع بھی کریں گے۔ اور پھر بطاح میں مالک بن نویرہ کی بغاوت کو فرو کریں گے۔ بعد میں یمامہ کے علاقہ میں مسیلمہ کذاب کے خلاف جائیں گے۔ جہاں امدادی لشکروں کی مدد سے مسیلمہ کو ختم کریں گے۔

(۲) عکرمہؓ بن ابوجہل۔ یمامہ میں مسیلمہ کذاب کو الجھائے رکھیں گے اور خالد بن ولیدؓ کا انتظار کریں گے۔ جناب عکرمہ نے جلد بازی کی۔ اور اکیلے مسیلمہ کے ساتھ لڑ پڑے اور کامیاب نہ ہوئے اس لئے حضرت صدیقؓ نے ان کو عمان اور یمن کے علاقے میں بھیجدیا۔

(۳) شرجیلؓ بن حسنہ۔ یمامہ میں وہ کام کریں گے جو عکرمہؓ کو سونپا گیا تھا اور حضرت خالدؓ کا انتظار کریں گے اور حضرت شرجیلؓ بھی مسیلمہ کے ساتھ کچھ زیادہ الجھ گئے۔ لیکن پھر حضرت خالدؓ کے ساتھ مل کر مسیلمہ کا خاتمہ کیا۔ اور پھر شام کی سرحدوں پر بھیج دئے گئے۔ جہاں عمرو بن عاصؓ اور خالد بن سعیدؓ کے ساتھ مل کر اہل روم پر نظر رکھیں گے۔

(۴) عمرو بن عاص۔ اسلامی حکومت کی شمالی سرحدوں کی حفاظت اور اہل روم پر دومۃ الجندل۔ تبوک اور بنو قضاعہ کے علاقوں پر نظر رکھیں گے۔

(۵) خالد بن سعیدؓ۔ حضرت عمرو بن عاص کے بازو پر رہ کر وہی کام کریں گے جو عمرو بن عاص کریں گے۔

(۶) علاء بن حضرمیؓ۔ بحرین میں بغاوت کا خاتمہ کریں گے اور انہوں نے یہ فرض بڑی خوبی سے سرانجام دیا۔

(۷) طریفہ بن حاجزؓ۔ مکہ اور مدینہ کے درمیان کے علاقوں میں گشتی کارروائیاں کریں گے اور وہاں سے گذرنے والے لشکروں یا کام کرنے والے لشکروں کی مدد کریں گے۔

(۸) حذیفہ بن محصنؓ۔ اومان (یا عمان) کے علاقے سے بغاوت کا قلع قمع کریں گے۔ بعد میں جناب عکرمہؓ بھی آپ کی مدد کے لئے پہنچ گئے۔

(۹) عرفجہ بن ہرثمہؓ۔ مہرہ کے علاقہ میں باغیوں کا قلع قمع کریں گے۔ بعد میں جناب عکرمہؓ اور جناب حذیفہؓ بھی آپ کے ساتھ مل گئے۔

(۱۰) مہاجر بن ابوامیہؓ۔ یمن۔ کندہ اور حضرموت کے علاقوں میں سے بغاوت کو فرو کریں گے اور بعد میں جناب عکرمہ بھی آکر آپ کے ساتھ مل گئے۔

(۱۱) سوید بن مقرنؓ۔ یمن کے شمالی علاقوں میں رہیں گے اور ریزو کام کریں گے۔

یہ تمام مہمات ایک ہی وقت میں تکمیل کو پہنچیں۔ اور ان لشکروں کے کچھ آدمی جا کر یمامہ میں حضرت خالدؓ کے ساتھ مل گئے۔ اور کچھ مدینہ شریف آگئے۔ کہ شام کی فتوحات کے لئے تیاری شروع ہو گئی۔ اور اس طرح حضرت صدیقؓ نے اپنی خلافت کا پہلا مرحلہ مکمل کر لیا۔ بغاوت فرو ہو گئی اور مرکز مضبوط ہو گیا۔

دوسرے مرحلہ کے لئے حضرت صدیقؓ نے حضرت خالدؓ کو عراق کی محدود فتوحات کے لئے روانہ کیا اور اسی دوران شام کی سرحدوں پر تین لشکر جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ وہ اہل روم پر کڑی نگاہ رکھے ہوئے تھے۔ لیکن وہاں لڑائی کی اجازت نہ تھی کہ حضرت صدیقؓ ایک وقت پر دو محاذ نہیں کھولنا چاہتے تھے۔

حضرت خالدؓ کو جو عراق کی محدود مہم پر بھیجا تو حکم یہ تھا کہ دریائے فرات کو عبور نہ کیا جائے گا اور ریگستان کو اپنے پیچھے رکھ کر یمامہ سے کاظمہ۔ ابلہ۔ مذار۔ مثنیٰ اور حیرہ (نجف اشرف کے نزدیک) تک پیش قدمی کی جائے گی۔ ابلہ (موجودہ بصرہ) سے مشرق کی طرف اہواز یا فارس کی طرف سے بالکل پیش قدمی نہ کی جائے گی۔ اور اپنی حفاظت کو مدنظر رکھتے ہوئے محدود جنگ کی جائے گی (نقشہ سے استفادہ کریں)

حضرت خالدؓ نے اس محاذ پر جگہ جگہ دشمن کو شکست فاش دے کر آخر حیرہ پر قبضہ کر لیا۔ بلکہ حیرہ سے دومۃ الجندل کے راستے مدینہ شریف کے ساتھ رابطہ بھی قائم کر لیا۔

گو صدیق اکبرؓ نے ایک بارھواں لشکر جناب عیاض بن غنمؓ کی کمانڈ میں مدینہ شریف سے دومۃ الجندل والے راستہ حیرہ بھیجا تھا کہ حضرت خالدؓ کے ساتھ رابطہ قائم کرے لیکن یہ لشکر دومۃ الجندل میں رک گیا۔ اور حضرت خالدؓ نے آگے بڑھ کر اس لشکر کے ساتھ رابطہ قائم کر کے دشمن کا ادھر سے خاتمہ کر دیا بلکہ دیگر مقامات یعنی عین التمر، ثنرات الاجناب اور مذیخ وغیرہ پر بھی قبضہ کر لیا۔

ان ساری مہمات کے گہرے مطالعہ سے یہ چیز عیاں ہوتی ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ، ایران فتح کرنے سے پہلے ملک شام سے رومیوں کا قلع قمع کرنا چاہتے تھے۔ اور تین لشکر وہاں پر پہلے سے موجود تھے۔ اب حضرت خالدؓ کی فتوحات نے مسلمانوں کے دائیں بازو سے سب خطرات کم کر دئے۔ اور اہل ایران اور روم اس قابل نہ تھے کہ دونوں مل کر مسلمانوں کے خلاف کوئی کارروائی کرتے۔ مسلمانوں نے ایرانی فوجوں کو عراق میں شکست دے کر اس طرح کر دیا تھا کہ وہ دریائے فرات کے پیچھے دب کر بیٹھ گئے۔ اور اپنی خیر منا رہے تھے۔ کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے شام کی فتوحات کی تجویز پر کام کرنا شروع کر دیا۔

ایک نقشہ بھی دیا جا رہا ہے جس پر حضرت صدیقؓ کی تمام کارروائی کو ظاہر کرنا تو ناممکن ہے پوری کارروائی کے لئے تو بے شمار نقشوں کی ضرورت ہے۔ البتہ موٹے موٹے شہر اور علاقے دکھائے گئے ہیں اور جہاں پر جس سپہ سالار لشکر نے کارروائی کی اس کا نام لکھ دیا گیا ہے۔ البتہ اسامہ بن زیدؓ، خالد بن ولیدؓ اور عکرمہ بن ابوجہل کے سفر کے راستے بھی دکھائے گئے ہیں۔ باقی قارئین خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جو سالار لشکر جہاں پر دکھائے گئے ہیں۔ انہوں نے وہاں تک جانے کے لئے کونسا راستہ استعمال کیا ہو گا۔ باقی مختصر راستے دکھائے گئے ہیں۔ ورنہ حضرت صدیقؓ کے زمانے میں لشکروں کے سفر کی مسافت کوئی تیس ہزار میل بنتی ہے۔ البتہ اکیلے حضرت خالدؓ کے سفر کی مسافت کوئی دس ہزار میل بنتی ہے۔ یعنی ہر روز اوسطاً بارہ یا پندرہ میل سفر کرتے تھے۔ یعنی اگر کوئی دن آرام بھی کر لیا یا جنگ کی وجہ سے رکاوٹ ہوئی تو بھی مہینہ میں کم از کم تین سو میل سفر ضرور کرتے تھے۔ یعنی مسلمانوں کی تمام تر تدبیرات کا انحصار حرکت پر تھا۔ اور انہوں نے متحرک طرز جنگ اپنائی۔ کہ وہ متحرک دین کے پیروکار ہیں۔ نماز میں حرکت۔ قربانی اور زکوٰۃ میں مال کی حرکت۔ حج اور طواف میں حرکت۔

مسلمان مجاہدین رواں دواں تھے۔ ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے میں اخلاق و جہاد کی تلوار۔

چنانچہ حضرت خالدؓ نے جب اس متحرک طرز جنگ کے ذریعہ اہل ایران کو آدھ موا کر دیا اور وہ اپنے زخموں کو چاٹ رہے تھے تو حضرت صدیقؓ نے شام کی فتوحات کی حکمت عملی پر عمل کرنے کا حکم دے دیا۔

حضرت عمرو بن عاصؓ اور حضرت خالد بن سعیدؓ پہلے ہی وہاں موجود تھے۔ اور حضرت عکرمہؓ وغیرہ اور وہ لوگ جو یمن کی مہم سے فارغ ہوئے تھے وہ بھی حضرت خالد بن سعید کے لشکر میں شامل ہو گئے۔

ادھر حضرت شرجیلؓ بھی یمامہ کی جنگ کے بعد شام کی سرحدوں تک پہنچ گئے۔ مدینہ شریف میں۔ حضرت یزید بن ابوسفیانؓ ایک چوتھائی لشکر تیار کر کے شام کی سرحدوں پر روانہ ہو گئے۔ حضرت خالد بن سعیدؓ سے کچھ جلد بازی ہو گئی۔ اور وہ کچھ زیادہ آگے بڑھ گئے۔ جس سے مسلمانوں کا کافی نقصان ہوا۔

چنانچہ صدیق اکبر تیار تھے اور انہوں نے ابوعبیدہؓ کے ماتحت ایک اور لشکر تیار کر کے شام کی فتوحات کی حکمت عملی میں بھی کچھ تبدیلی کر دی۔ اور مدینہ شریف کی امداد اور پہلے لشکروں کو ملا کر اپنی فوجوں کو موجودہ فوجی زبان کے لحاظ سے نئے سرے سے منظم کیا اور مندرجہ ذیل ذمہ داریاں سونپیں۔

- حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح۔ جب چاروں لشکر اکٹھے ہوں گے تو سپہ سالار اعظم ہوں گے۔ ویسے حضرت شرجیلؓ اور جناب یزیدؓ کے لشکروں کے پیچھے پیچھے رہیں گے۔ اور یزید کے دمشق پر قبضہ کے بعد آپ شمالی شام میں حمص تک کے علاقے فتح کریں گے۔ جناب خالد بن سعیدؓ کے لشکر کو اکٹھا کر کے اپنے ماتحت کرلیں گے۔
- حضرت یزید بن ابوسفیانؓ۔ علاقہ شام میں دمشق تک جائیں گے۔
- حضرت شرجیل بن حسنہؓ۔ شام و فلسطین کے درمیانی علاقے میں محل سے لے کر قساریہ تک جائیں گے
- حضرت عمرو بن عاصؓ۔ فلسطین کے علاقے فتح کریں گے۔ اور مصر کے حالات کا مطالعہ کریں گے۔

یہ احکامات جاری کرنے کے بعد جب عملی تکلیفات ہوئیں تو دائیں جانب عراق میں حضرت خالد بن ولیدؓ موجود تھے۔ جو پانچ ہزار کی کمک لے کر اوپر والے علاقہ سے ہوتے ہوئے وادی یرموک پہنچے۔ اور پھر پانچوں لشکروں کو اجنادین کے مقام پر اکٹھا کیا اور اہل روم کو شکست فاش دی۔

پوری مہمات پڑھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ کہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کس طرح حضرت خالدؓ کے نام (اللہ کی تلوار) اور تجربہ کو عین وقت پر استعمال کیا۔ اور ادھر اہل ایران کے لئے حضرت مثنیٰ بن حارثؓ شیر کی طرح گرج کر دریائے فرات کو پار کرتے تھے اور ایرانی دبکے بیٹھے رہے۔

عسکری تاریخوں کے طالب علم ہزار کوشش کریں۔ دنیا کی عسکری تاریخ میں نہ کوئی ایسی مثال موجود ہے اور نہ ایسے اسباق۔ اور جتنا جلدی ہم ان مہمات کے سبق اپنائیں گے۔ اتنا جلدی ہم فوجی حکمت عملی اور تدبیرات میں اور زیادہ ماہر ہوں گے۔ کہ غیروں کی حکمت عملیوں میں ہمارے لئے کچھ بھی نہیں ؎

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوہ دانش فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاک مدینہ و نجف

خلیفہ اوّل کے زمانے کی فوجی کاروائیاں
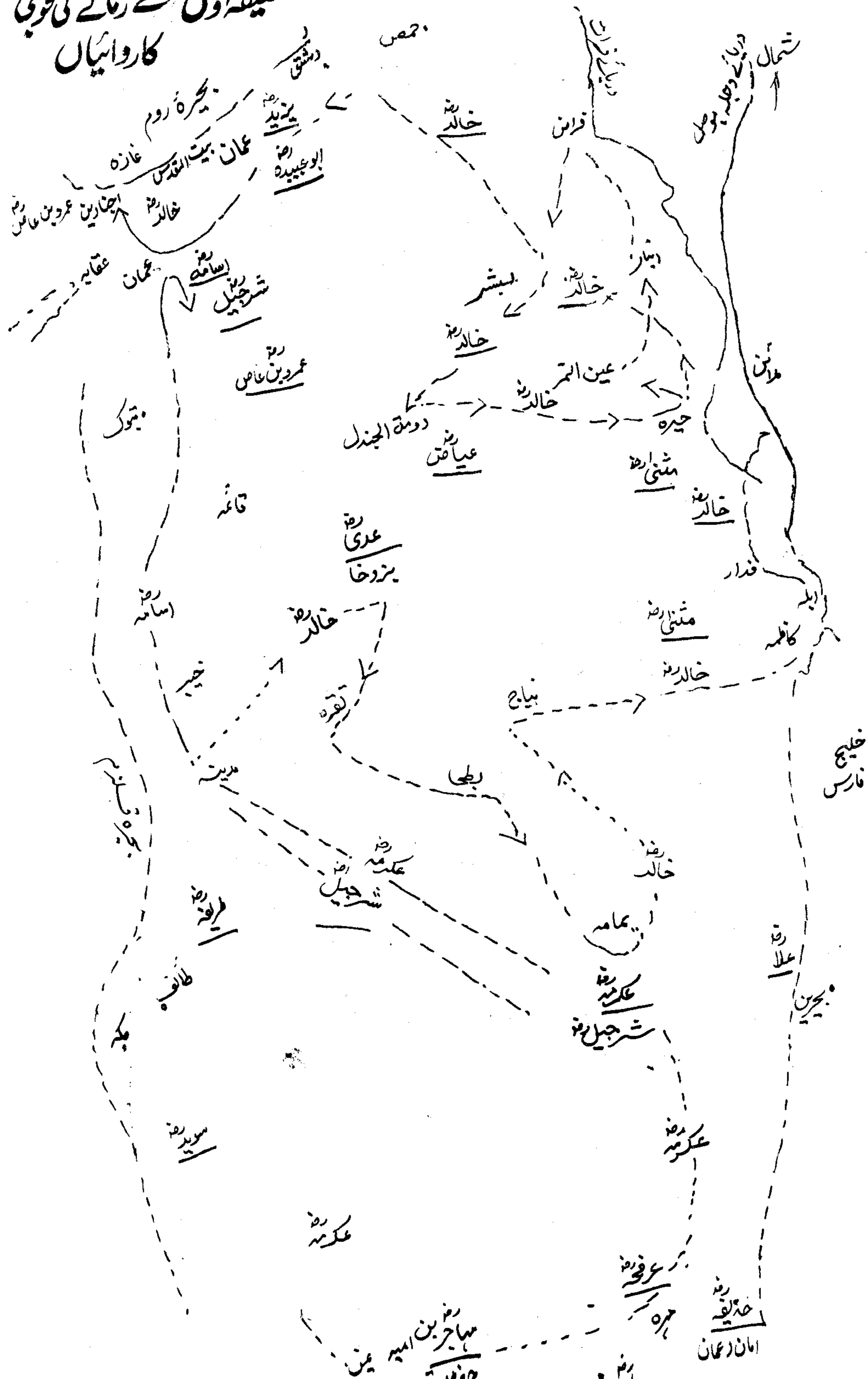
علماء اور نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ

از مولانا سعید احمد اکبر آبادی

علماء کرام نے اپنی سرگرمیوں کو مدارس میں درس و تدریس، وعظ و خطابت اور سیرت کے جلسوں میں شرکت اور تقریر تک محدود کر رکھا ہے۔ اور مسلم نوجوانوں میں جو حرکت پیدا ہو رہی ہے اور اسلام کی سربلندی و سرفرازی کے لئے نہایت منظم طریقہ پر بڑے جوش اور دل کی لگن کے ساتھ وہ جو کام کر رہے ہیں، علماء کرام بحیثیت ایک طبقہ کے اس سے کوئی دلچسپی نہیں لیتے۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ بسا اوقات اس معاملہ میں ان کی روش بجائے مثبت ہونے کے منفی ہوتی ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ طبقہ علماء اور نوجوانوں میں بعد و افتراق کی خلیج روز بروز وسیع تر ہو رہی ہے۔ اور تعلیم یافتہ طبقہ پر علماء کی گرفت ڈھیلی ہوتی جا رہی ہے۔ پھر اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اسلامیات پر تحقیق و تصنیف، اور اسلامی اداروں کی تنظیم و تعمیر کا جو کام انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ صرف یہاں نہیں بلکہ ساری دنیا میں کر رہا ہے۔ وہ ہمارے علماء کا طبقہ نہیں کر رہا۔ اور اس طبقہ میں اب ایسے افراد بھی بکثرت ملیں گے جو علوم جدیدہ کی اعلیٰ تعلیم اور ان میں ماہرانہ درک و بصیرت کے باوصف ماشاء اللہ علم دین میں دستگاہ رکھتے ہیں۔ حافظ قرآن بھی ہیں اور قاری بھی۔ مسجدوں میں امامت کرتے ہیں۔ تراویح میں قرآن مجید سناتے اور قرآن کا درس بھی دیتے ہیں۔ ان سب امور کے پیش نظر ذرا بعید نہیں کہ آئندہ مسلمانوں کی دینی قیادت طبقہ علماء سے منتقل ہو کر انہی لوگوں کے ہاتھوں میں چلی جائے۔ اگر ایسا ہوا تو کسی کو اس پر تعجب نہ کرنا چاہئے کیونکہ اللہ کی ذات بڑی بے نیاز ہے۔ وہ اپنے دین کی حمایت و نصرت اور اس کے اعلاء و سربلندی کے لئے کسی خاص جماعت یا گروہ کا محتاج نہیں۔ اس نے یہ کام کبھی بادشاہوں سے لیا ہے، کبھی ارباب تیغ و تفنگ سے۔ کبھی صوفیائے کرام سے لیا ہے اور کبھی اصحاب علم و فضل اور ارباب قلم سے۔

اسلام اگر اللہ کا دین ہے اور اسے قیامت تک موجود اور سرفراز و سربلند رہنا ہے تو ہر دور اور ہر زمانہ میں ایسے مخلص اور خدمت گذاران دین پیدا ہوتے رہیں گے۔ جو اس کا نام اور کام روشن رکھیں گے۔ لیکن اگر مسلمانوں کی دینی اور ذہنی قیادت کا سررشتہ علماء کے ہاتھ میں نہ رہا تو سوچنا چاہئے کہ پھر ہمارے سینکڑوں مدارس عربیہ و دینیہ کس مرض کی دوا ہوں گے۔ اور ان کے وجود کی افادیت کیا ہوگی؟ درحقیقت یہی وہ اندیشے تھے جن کی بنا پر راقم الحروف عرصہ دراز سے تقریروں اور تحریروں میں مدارس کے نصاب تعلیم اور طریق تعلیم کی اصلاح اور ان کی تنظیم جدید کا پرچار کرتا رہا ہے۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ منتخب علماء و فضلاء پر مشتمل ایک

برہ ڈی کی مدد سے ڈیڑھ دو برس کی محنت اور غور و خوض کے بعد ایک جامع نصاب بھی شائع کر دیا گیا ہے جو سنٹرل وقف کونسل نئی دہلی کے دفتر سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ اگر علماء نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ کے معاملات و مسائل سے دلچسپی نہیں لیتے۔ اور ان کی تحریکات و اجتماعات میں شریک نہیں ہوتے تو اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ حضرات انگریزی یا کسی اور مغربی زبان اور علوم جدیدہ سے ناواقف ہوتے اور اسی بنا پر احساس کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں۔ وہ موجودہ زمانے کے سماجی اور اقتصادی مسائل پر اگر گفتگو کریں گے بھی تو یہ گفتگو فن کی زبان میں نہ ہونے کے باعث مخاطب کے لئے اطمینان بخش اور یقین افروز نہ ہوگی۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ جب مولانا محمد حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی مرحوم کی کتاب "اسلام کا اقتصادی نظام" ندوۃ المصنفین دہلی کی طرف سے شائع ہوئی تو ملک میں دھوم مچ گئی اور کتاب بڑی مقبول ہوئی۔ لیکن جناب ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب جن کا خاص موضوع اقتصادیات تھا اور جو اس زمانہ میں قرول باغ میں ہمارے قریب ہی رہتے تھے انہوں نے اس کتاب کو بڑے شوق اور توجہ سے پڑھنے کے بعد فرمایا۔

اس میں شک نہیں کہ مولانا نے کتاب بڑی محنت و کاوش اور تحقیق سے لکھی ہے۔ لیکن اقتصادیات کے طالب علم کے لئے ناقابل فہم ہے۔ اس لئے میرا جی چاہتا ہے کہ بس اس کتاب کو فن کی زبان میں "فن کے اصول اور اس کے قواعد وضوابط کے مطابق مرتب کر دوں"

ہم نے عرض کیا ڈاکٹر صاحب! یہ کام ضرور کیجئے۔ آپ کو بڑا ثواب ملے گا۔ ڈاکٹر صاحب نے پختہ وعدہ فرمایا، لیکن افسوس یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوا۔

جو حال اقتصادیات کا ہے وہی حال سوشیالوجی، پالٹیکل سائنس، قانون اور فلسفۂ مغرب کا ہے کہ تعلیم یافتہ طبقہ سے سماجیات، سیاست، قانون اور علم کلام کے مسائل و مباحث پر سیر حاصل اور نتیجہ خیز گفتگو ان علوم میں ورک و بصیرت کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ ان حقائق کے پیش نظر ممالک عربیہ کے دینی مدارس اپنے نصاب تعلیم پر نظر ثانی کر رہے ہیں۔ پھر ہم کیوں نہ کریں۔

(برہان، اپریل ۶۴ء)

خط وکتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے
پتہ صاف اور خوشخط تحریر فرمائیے

از جناب عبد الرحمٰن پروانہ اصلاحی

تفسیر بالرائے

اور

اُس کی حیثیت

قرآن مجید جہاں تمام انسانوں کے لئے یکساں طور پر صحیفۂ ہدایت اور دستورِ زندگی ہے وہاں مضامین و معانی اور اسرار و حکم بحرِ زخار بھی ہے جس طرح قدرت کی بنائی ہوئی تمام چیزوں میں غور کرنے سے جدید انکشافات اور نت نئے منافع اور فائدے حاصل ہوتے رہتے ہیں۔ اسی طرح قرآن میں غور و فکر کرنے سے بھی نئے نئے حقائق معلوم ہوتے رہیں گے۔ زمانہ علم و عقل کی خواہ کیسی ہی بلندیوں تک پہنچ جائے مگر یہ ہر مقام اور ہر بلندی پر زندگی کے پیداشدہ مسائل میں قیامت تک انسان کی رہنمائی کرتا رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن میں تفکر و تدبر کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

کتاب انزلنا مبارك ليدبروا آياته (سورہ ص ۲۹)
مبارک کتاب ہم نے تمہاری طرف نازل کی ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں پر غور کریں۔

افلا يتدبرون القران ام على قلوب اقفالها (سورہ محمد ۲۴)
کیا وہ قرآن میں غور نہیں کرتے، یا ان کے دلوں پر قفل پڑے ہوئے ہیں۔

انا انزلناه قرآناً عربيا لعلكم تعقلون (سورہ نحل ۲۴)
ہم نے یہ قرآن عربی زبان میں اتارا ہے تاکہ تم لوگ سمجھو۔

وانزلنا اليك الذكر لتبين للناس ما نزل اليهم ولعلهم يتفكرون (سورہ نحل ۴۴)
اور ہم نے تمہاری طرف قرآن اتارا تاکہ جو لوگوں کے لئے اتارا گیا ہے اسے بیان کردو اور تاکہ لوگ اس میں تفکر کریں۔

جس طرح تمام آسمانی کتابوں میں قرآن کو یہ شرف حاصل ہے کہ جونہی نازل ہوا ترتیب و تدوین اور حفظ و صیانت

کے تمام مراحل طے کر لئے اسی طرح اسے یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ اس کے نزول کے ساتھ ہی اس کی تشریح و توضیح کا بھی آغاز ہو گیا۔ خود مہبط وحی الٰہی یعنی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد اور قول و عمل اور آپ کے سنن و تقریرات قرآن کی تفسیر بن گئے۔ اور تفسیر کے اصطلاحی مفہوم کو اگر سامنے رکھا جائے تو اس اعتبار سے بھی آپ نے قرآنی کلمات و الفاظ کی وضاحت فرمائی۔

صحابہ کرام نے جہاں اپنی زندگیوں کو قرآن کی روشنی میں سنوارا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم و تربیت میں تزکیہ و تطہیر کی منزلیں طے کیں وہاں وہ قرآن کے فہم و ادراک میں بھی دن رات کوشاں رہتے۔ قرآن کے معارف و حکم پر غور کرنے کے لئے صحابہ کرام کے حلقے قائم تھے۔ اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے حلقوں کے قیام کے لئے مؤثر الفاظ میں لوگوں کو شوق دلایا کرتے تھے۔ سنن ابی داؤد میں روایت ہے۔

"جو لوگ کسی جگہ جمع ہو کر اللہ کی کتاب پڑھتے اور باہم درس و مذاکرہ قرآن کی مجلسیں قائم کرتے ہیں۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تسکین اور رحمت کی بارش ہوتی ہے۔ اور ملائکہ ان کو ہر طرف سے گھیرے کھڑے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے مقربین کے حلقہ میں ان کا ذکر فرماتا ہے"[1]

قرآن فصیح عربی زبان میں نازل ہوا۔ صحابہ کرام کی زبان عربی تھی۔ وہ اس کی فصاحت و بلاغت کے رموز سے اچھی طرح آشنا تھے۔ جن حالات اور واقعات میں قرآن نازل ہوا۔ وہ اس سے بھی بخوبی واقف تھے۔ جن خیالات و عقائد۔ اعمال و افعال پر قرآن نے بحث کی ہے۔ وہ زیادہ تر ان کے اپنے تھے۔ پچھلی قوموں کے احوال سے بھی وہ بے خبر نہ تھے۔ یہود و نصاریٰ کے عقائد و اطوار کی طرف قرآن نے جو اشارے کئے ہیں ان سے بھی وہ گونا گون تعلقات کی بنا پر اچھی طرح آگاہ تھے۔ لیکن اس کے باوجود ہم ان کے حالات میں پڑھتے ہیں کہ وہ برسوں قرآن حکیم پر غور و تدبر کرتے تھے۔

موطا امام مالک میں ایک روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ مسلسل آٹھ برس تک سورۂ بقرہ پر تدبر فرماتے رہے[1]

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اس کی شرح مسوّٰی میں لکھا ہے۔

"یہ اس لئے کہ وہ چاہتے تھے کہ قرآن میں تبحر حاصل کریں۔ اسباب نزول اور احکام میں نئے نئے استخراج کریں"

فہم قرآن میں مساعی صحابہؓ | قرآن کے رموز و نکات اور اس کے اسرار و حقائق کے سمجھنے میں تمام صحابہؓ کرام یکساں نہ تھے۔ کچھ وہ لوگ تھے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے زیادہ استفادہ کیا۔ اور کچھ ایسے

---

[1] سنن ابی داؤد۔ باب فی ثواب قراۃ القرآن

تھے جن کے استفادے کی بات مختصر تھی۔ کچھ ایسی ہستیاں بھی تھیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے فہم و بصیرت اور تفسیر و تاویل میں مخصوص صلاحیتوں سے نوازا۔ صحابہ کرامؓ میں جن حضرات سے تفسیری نکات منقول ہیں۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے دس کے نام لئے ہیں یعنی خلفائے اربعہؓ۔ عبداللہ بن مسعودؓ۔ عبداللہ بن عباسؓ۔ ابی بن کعبؓ۔ زید بن ثابتؓ۔ ابوموسیٰ اشعریؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ۔[1]

لیکن اس سلسلے میں کچھ اور صحابہ کرام کا نام بھی لیا جا سکتا ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ۔ حضرت ابوہریرہؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ اور حضرت عائشہؓ وغیرہم مگر ان میں سے جن حضرات نے تفسیر کے باب میں شہرت و دوام حاصل کی۔ اور ذخیرۂ تفسیر میں معتدبہ اضافہ کیا۔ اور اپنے تلامذہ کا مستقل حلقہ چھوڑا اور وہ صرف چار ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ۔ حضرت علیؓ اور حضرت ابی بن کعبؓ۔[2]

دورِ رسالت کے بعد اسلامی حکومت کے حدود وسیع ہوئے۔ تو صحابہ کرام کے تلامذہ مختلف مرکزوں میں پھیل گئے۔ علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں :-

"اہل مکہ علم تفسیر میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں۔ کیونکہ وہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے اصحاب و تلامذہ ہیں۔ جیسے مجاہد بن جبیرؒ۔ عطا بن ابی رباحؒ۔ اور عکرمہؒ مولیٰ ابن عباسؓ، اسی طرح حضرت ابن عباسؓ کے شاگردوں کے شاگرد بھی علم تفسیر میں پیش پیش ہیں۔ جیسے طاؤس بن کیسانؒ۔ جابر بن زید ازدیؒ۔ سعید بن جبیر وغیرہ۔ اسی طرح کوفہ میں عبداللہ بن مسعودؓ کے اصحاب کو تفسیر میں دوسروں پر فوقیت حاصل ہے۔ یہی حال مدینہ میں زید بن اسلمؒ جیسے بزرگوں کا ہے امام مالکؒ نے انہی زید بن اسلم سے تفسیر کا علم حاصل کیا۔ نیز اُن کے بیٹے عبدالرحمن نے اور عبداللہ بن وہب نے بھی"۔[3]

ان کے علاوہ مدینہ میں ابوالعالیہ محمد بن کعب القرظی، اور عراق میں علقمہ بن قیس۔ مسروق الاسود بن یزید۔ مرۃ الہمدانی۔ عامر الشعبی۔ حسن بصری۔ قتادہ وغیرہ وہ ممتاز تابعین ہیں جنہوں نے صحابۂ کرام سے استفادہ کے بعد تفسیریں بیان کیں۔ اور ان کے ذریعہ تفسیری روایتوں کا سلسلہ شروع ہوا۔

ابتداء میں تفسیروں کی نوعیت | ابتداء میں احادیث کے انداز پر تفسیری اقوال نقل ہوتے رہے پھر تبع تابعین کے دور میں حدیث کی کتابوں میں تفسیر کے ابواب قائم ہوئے۔ ہر سورہ اور ہر آیت کے متعلق جو روایت ملی، وہ حدیث کی کتابوں میں درج کی گئی۔

---

[1] الاتقان ج ۲ ص ۱۸۷ [2] التفسیر والمفسرون محمد حسین الذہبی ج ۱ ص ۱۸ تا ۹۸ [3] مقدمہ ابن تیمیہ فی اصول التفسیر ص ۱۵

زید بن ہارون ۔متوفی ۱۱۷ھ ۔ شعبہ بن الحاج ۔متوفی ۱۶۰ھ ۔ وکیع بن الجراح ۔متوفی ۱۹۷ھ ۔ سفیان بن عینیہ متوفی ۱۹۸ھ ۔ روح بن عبادہ متوفی ۲۰۵ھ ۔ عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ ۔ آدم بن ابی یاس متوفی ۲۲۰ھ ۔ عبد بن حمید متوفی ۲۴۹ھ ۔ وغیرہ ۔ ائمہ حدیث کی بدولت احادیث کی کتابوں میں تفسیری روایات کا اچھا خاصہ حصہ تفسیر کے ابواب کے تحت جمع ہوگیا ۔ پھر اس کے بعد باقاعدہ تفسیر کا فن وجود میں آگیا اور ہر آیت کی تشریح قرآنی ترتیب کے مطابق کتابی صورت میں مرتب ہوئی ۔

اس مرحلے میں امام ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ ۔ امام ابن جریر الطبری متوفی ۳۱۰ھ ۔ امام ابوبکر بن المنذر نیشا پوری متوفی ۳۱۸ھ ۔ امام ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ ۔ ابوالشیخ بن حبان متوفی ۳۶۹ھ ۔ حاکم متوفی ۴۰۵ھ ۔ ابوبکر بن مردویہ متوفی ۴۱۰ھ ۔ جیسے ائمہ کرام صحابہ نے ، صحابہ ، تابعین اور ان کے بعد کے علماء سے روایات درج کی ہیں اور اپنی طرف سے کوئی بات نہیں لکھی ۔ سوائے ابن جریر الطبری کے جو ہر آیت کی تشریح کے بعد متقدمین کے اختلافات بھی درج کرتے ہیں ۔ پھر خود ان میں سے ایک کو ترجیح دے کر اس کے وجوہ بھی لکھ دیتے ہیں ۔ کہیں استنباط مسائل اور وجوہ اعراب سے بھی بحث کرتے ہیں [1]

تفسیروں میں اختلاف و تنوع انسانی ذہن و فکر میں ہمیشہ ارتقاء ہوتا رہتا ہے اور تاریخ کے ہر موڑ پر ذہنی اور فکری تغیرات ہوتے رہتے ہیں ۔ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد عہد صحابہؓ میں ہر شخص کے غور و فکر کے انداز میں کچھ نہ کچھ فرق رہا ۔ اختلاف طبائع اور صلاحیتوں کے اعتبار سے قرآن حکیم میں جب انہوں نے غور و فکر کرنا شروع کیا تو اختلاف و تنوع کا پیدا ہونا ناگزیر تھا ۔ بعض صحابہ کرامؓ نے قرآن کی آیت کا مطلب سُن کر یا آپ سے سنے بغیر بیان کر دیا ۔ پھر جب مسائل و معاملات پیدا ہوئے اور ان کے لئے استنباط و استخراج کی ضرورت پیش آئی تو جس صحابی کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و عمل کا جو سرمایہ محفوظ تھا اور اس نے جیسا کچھ سمجھا تھا اس کی روشنی میں اس نے جدید امور و معاملات کی نسبت اپنی رائے ظاہر کر دی ۔ اس طرح اب اختلاف رونما ہونے لگا ۔ اور احکام و مسائل میں تنوع اور مختلف نقطۂ نظر سامنے آنے لگے ۔ اس سلسلے میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا ارشاد حقیقت پر مبنی ہے ۔

" میں نہیں چاہتا کہ صحابہ میں اختلاف رونما نہ ہوتا ۔ کیونکہ اگر فروعی مسائل میں صحابہ کا ایک ہی قول ہوتا تو لوگوں کو بڑی دشواری ہوتی ۔ صحابہ کرام ائمہ دین تھے جن کی پیروی موجب خیر و برکت اور باعث فلاح و نجاح ہے ۔ اس بناء پر کسی بھی صحابی کے قول پر عمل کو سنت تصور کیا جائے " [2]

---

[1] التفسیر والمفسرون ص ۱۴۰ تا ۱۴۲ [2] الاعتصام للشاطبی ج ۳ ص ۱۱

عہدِ تابعین میں اختلاف کا دائرہ اور وسیع ہوا۔ دوسری قوموں کے افراد حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ معیشت و معاشرت میں تبدیلیاں ہوئیں۔ سیاسی و سماجی تغیرات رونما ہوئے۔ نئے نئے میلانات و رجحانات پیدا ہوئے۔ ان حالات میں اسلامی وحدت فکر اور بے لوث ذہنی اجتہاد و استنباط کی فضا اپنی اصل شکل میں قائم نہ رہ سکی۔ فکر و نظر میں انتشار کے باعث متعدد مکاتب فکر کا ظہور ہوا۔ ان مکاتب فکر کا دامن اتنا بڑھا کہ جزئی اور فروعی مسائل کے علاوہ اصولی اور بنیادی عقائد مثلاً صفات باری۔ خلق قرآن۔ جبر و قادر۔ ایمان و عمل کا تعلق، خیر و شر کی حقیقت۔ مرتکب کبیرہ کا حکم وغیرہ بھی تفسیروں میں موضوع بحث بن گئے۔ اور اس بحث و جدال نے متعدد فرقوں کی صورت اختیار کرلی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قرآنی آیات کی تشریح و توضیح ہر فرقہ اپنے میلان و رجحان کے مطابق کرنے لگا۔

چوتھی صدی ہجری کے بعد مسلمانوں میں مختلف علمی تحریکیں بھی پیدا ہوئیں۔ صرف و نحو۔ بلاغت و معانی۔ فقہ و منطق و فلسفہ، کلام اور تصوف کا رواج ہوا۔ ان علوم کے حاملین نے اپنے اپنے فنی زاویہ نظر سے الفاظ و آیات کی تشریح میں بحثیں شروع کیں۔ علم و ادراک کے گوشوں میں جلا آئی۔ اور ارتقاء و تغیر کے تقاضے بروئے کار آئے۔ اور روایات کے ساتھ اجتہاد کا بھی دروازہ کھل گیا۔ تفسیروں میں جہاں تنوع، رنگارنگی آئی۔ وہاں قرآن مجید کی تفسیر میں تاویل و توجیہ کا ایسا باب کھل گیا جس سے قرآن مجید، فقہی، کلامی اور فلسفیانہ بحثوں کا میدان بن گیا۔ ہر مفسر کوشش کرنے لگا کہ وہ جس مسلک سے تعلق رکھتا ہے اس کو قرآن کی آیت سے ثابت کرے اور دوسرے مسلک کے لوگوں کی تردید میں ان سے استدلال کرے۔

تفسیر بالرائے کی ممانعت ارتقاء کے اس موڑ پر قدرۃً یہ سوال پیدا ہوا کہ تفسیر کے صحیح حدود کیا ہیں۔ اور قرآن میں غور و فکر اور استخراج معانی کا دائرہ کتنا وسیع ہے۔ اس سلسلے میں دو گروہ ہو گئے۔ ایک فریق تو اس بات کا حامی تھا کہ تفسیر میں ماثور و منقول ہی پر اکتفا کیا جائے۔ اور اپنی طرف سے کوئی بات نہ کہی جائے۔ کیونکہ اس سے غیر ضروری بحثوں کا دروازہ کھلتا ہے اور ایمان کے داعیوں اور تقاضوں کو نقصان پہنچتا ہے۔ اس فریق کے نزدیک تفسیر میں صرف ماثور کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور مجرد رائے کو حرام سمجھا جائے گا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

مَن قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوأ مقعدہٗ من النار[1]	قرآن مجید کے بارے میں بغیر علم کے جس نے کچھ کہا اسے چاہیئے کہ اپنی جگہ دوزخ میں بنالے

ایک اور حدیث میں فرمایا۔ کہ

من قال فی القرآن برایہٖ فاصاب فقد اخطاء[2]	جس نے قرآن کے سلسلے میں اپنی رائے سے کوئی بات کہی اور اس کی بات صحیح بھی ہوئی تو اس نے غلطی کی۔

[1] ترمذی۔ یہ حدیث امام ترمذی کے نزدیک غریب ہے [2] مشکوٰۃ و جامع ترمذی

اصحاب حدیث و روایت کے نزدیک وہ شخص خاطی اور گمراہ ہے جو تفسیر رسول صلعم سے گریز کر کے اپنے جی سے قرآن مجید کی کوئی تفسیر کرے۔ اس قسم کی تفسیر بالرائے سے گمراہیوں کا دروازہ کھل گیا۔ اور باطنیہ، شیعہ، معتزلہ، خوارج مرجیہ وغیرہ مختلف گمراہ فرقے پیدا ہو گئے۔ جنہوں نے قرآن کے ظاہر و باطن کے معنی الگ الگ قرار دئے۔ بعد میں بدعت اور غرض پرستی بھی اس کے ساتھ شامل ہو گئی۔ اس لئے بے شمار مفاسد پیدا ہو گئے۔

لیکن بعد کے دور میں نئے نئے مسائل نے نئی نئی الجھنیں پیدا کر دیں۔ جن کے ازالہ کے لئے اصحاب روایت کے پاس کوئی حربہ نہ تھا۔ بالخصوص جب مسلمانوں میں یونانی علوم و فنون کا رواج ہوا اور ان کے عقائد و افکار دوسری قوموں سے متاثر ہوئے تو اس وقت ان مشکلات اور الجھنوں کا عقلی جواب دینے کی ضرورت پیش آئی۔ جس کے لئے علمائے اسلام کا ایک گروہ آگے بڑھا۔ اس زمانہ میں عقلی تفسیروں کی افادیت محسوس کی گئی۔ اس کے نتیجہ میں امام رازی، بیضاوی، نسفی، خازن، ابوحیان، نیشاپوری، سیوطی، شربینی، ابوالسعود اور آلوسی نے گو عقلی تفسیریں لکھ کر تفسیر و تاویل کے دائروں کو کافی وسعت دی۔ لیکن اثر و روایت کے جادۂ مستقیم سے انحراف نہیں کیا۔ ان کی کتابوں میں جو فرق و اختلاف پایا جاتا ہے وہ ان کے اپنے اپنے ذوق اور طریقۂ تعبیر کی وجہ سے ہے۔

حالات کی تبدیلی سے متکلمین اسلام کے گروہ نے یہ محسوس کیا کہ عقل و رائے کے بغیر کام نہیں چلے گا۔ قرآن تو ایک ابدی صحیفہ ہے جس کی تعبیر و تشریح ہر دور کے حالات اور جدید علوم و فنون کے اعتبار سے کی جائے گی اس نے خود بار بار تدبر و تعقل کی دعوت دی ہے۔ اس لئے لامحالہ ہر دور کے تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر ہی اس کی تفسیر بھی کرنی چاہیئے۔

رائے کی قسمیں تفسیر بالرائے کی ممانعت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قرآن کے مطالب و معانی کے سمجھنے میں عقل و بصیرت سے کام نہ لیا جائے۔ اگر یہ مطلب ہوتا تو پھر قرآن فہم و تدبر کی تلقین کیوں کرتا۔ اس طرح تو قرآن کا درس و مطالعہ بھی بے سود ہو جاتا۔ علامہ شاطبی نے موافقات میں تحریر فرمایا ہے کہ

"رائے کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ رائے جو کتاب و سنّت کے مطابق اور عربی زبان کے قواعد کے موافق ہو۔ اس رائے سے اعراض اور غفلت ممکن نہیں ہے۔ دوسری وہ رائے ہے جو نہ دلائل شرعیہ کے موافق ہو اور نہ کلام عرب کے قواعد کے مطابق ہو۔ اس قسم کی رائے بلاشبہ قابل مذمت ہے۔"[1]

ابوبکر جصاص رازی نے احکام القرآن میں لکھا ہے کہ

---

[1] موافقات للشاطبی جلد ۳

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔

من قال فی القرآن برأیہ فاصاب فقد اخطأ

اس شخص کے متعلق ہے جو قرآن کی تفسیر میں اصول سے ہٹ کر وہ بات کہے جو اس کے خیال میں آ جائے اور اگر کوئی شخص آیات قرآنیہ کا مطلب بیان کرے اور اس کو ایسے معانی پر محمول کرے جن پر سب کا اتفاق ہے۔ تو وہ شخص قابل تعریف اور اجر کا مستحق ہے۔ اور وہ ان لوگوں میں سے جن کے متعلق خدا نے ارشاد فرمایا ہے۔

لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم[1]

تفسیر بالرائے میں لغوی معنی میں نہیں ہے۔ بلکہ ایک مخصوص اصطلاح ہے اور اس سے مقصود ایسی تفسیر ہے جو اپنے ذہن میں ٹھہرا لی جائے۔ اور کسی طرح قرآن کو کھینچ تان کر اس کے مطابق کر دیا جائے۔

تفسیر بالرائے کے متعلق علماء کی تصریحات تفسیر بالرائے کا مطلب کیا ہے اور شارع کا اس سے مقصود کیا ہے؟ اس کو سمجھنے کے لئے علمائے اسلام کی مندرجہ ذیل تصریحات قابل غور ہیں۔ علامہ قرطبی اندلسی فرماتے ہیں:۔

”کسی معاملہ میں آدمی کی خود اپنی ایک رائے ہو اور اس کی جانب خواہش نفس کی بنا پر اس کا طبعی میلان بھی ہو اور وہ اپنی اپنی رائے اور خواہش کے مطابق قرآن کی اس لئے تفسیر کرے کہ اپنی غرض فاسد کی صحت پر استدلال کر سکے“[2]

علامہ خازن لکھتے ہیں:۔

”تفسیر بالرائے کی ممانعت اس شخص کے بارے میں وارد ہوئی ہے جو اپنی خواہش نفس کے مطابق قرآن کی تفسیر کرے۔ جیسے کوئی شخص اپنی بدعت کا جواز ثابت کرنے کے لئے قرآن کی بعض آیتوں سے استدلال کرے۔ حالاں کہ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ آیت کا مطلب کچھ اور رہی ہے لیکن اس کا مقصد یہ ہو کہ وہ مقابل کو ایسی چیز سے دھوکا دے جو اس کی بدعات کے دلائل کو مضبوط کرے جیسا کہ باطنیہ خوارج اور دوسرے گمراہ فرقے اپنی اغراض فاسدہ کے لئے کرتے ہیں“[3]

امام غزالی نے تفسیر بالرائے کے متعلق تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ فرماتے ہیں:۔

”یہ کہ زیر بحث آیت کے موضوع سے متعلق کسی شخص نے پہلے سے کوئی رائے قائم کر لی ہو۔ اور اس

---

[1] احکام القرآن جلد ۲ ص ۸۸ [2] تفسیر قرطبی جلد ۱ ص ۳۳ [3] تفسیر خازن جلد ۱ ص ۲۶

کی جانب اس کا میلان و رجحان ہو۔ پھر وہ آیت قرآنی کی تاویل میں اس طرح کھینچ تان کرے کہ وہ اس کی رائے کے مطابق ہو جائے اور اپنی تصحیح غرض کے لئے اس سے حجت اور دلیل قائم کرسکے اور اگر اس کی مخصوص رائے اور رجحان کا سوال نہ ہوتا تو پھر وہ آیت زیر بحث کی تفسیر و تاویل کی طرف توجہ بھی نہ کرتا۔ بالعموم یہ تفسیر بالرائے اس علم کے ساتھ ہوتی ہے کہ آیت زیر بحث کی تفسیر مقصود نہیں ہوتی۔ بلکہ اپنی بدعت کو صحیح اور جائز ثابت کرنے کے لئے حریف کو التباس میں مبتلا کر کے وہ آیات قرآنی سے حجت لاتا ہے۔ اور کبھی یہ تفسیر بالرائے جہالت پر بھی مبنی ہوتی ہے اور آیت زیر بحث اگر محتمل ہوتی ہے یعنی اس سے دونوں پہلو ثابت ہو سکتے ہیں تو اس کی فہم اپنے اغراض کے توافق پر مائل ہوتی ہے۔ اور آیت کا مفہوم اپنی غرض اور خواہش کے سانچہ میں ڈھالنے کی کوشش کرتے ہوئے اپنی رائے کے جانبدارانہ پہلو کو ترجیح دیتا ہے۔ اور اس طرح وہ تفسیر بالرائے کا ارتکاب کرتا ہے۔ یہ وہ رائے ہے کہ اگر پہلے سے اس نے قائم نہ کر لی ہوتی تو وہ تفسیر کا یہ پہلو اختیار نہ کرتا۔ لوگوں کو بہکانے اور اپنے مذہب باطل کی ترویج کے سلسلے میں اس طرز عمل کو باطنیہ نے خوب استعمال کیا۔ انہوں نے قرآن کو اپنی رائے اور مذہب کے موافق ثابت کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ حالاں کہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ آیات قرآنی کا جو مفہوم یہ لے رہے ہیں وہ قطعاً مراد نہیں ہے۔ یہی وہ مواقع ہیں جہاں تفسیر بالرائے ممنوع ہے۔ کیونکہ ایسے مواقع پر "رائے" سے مراد رائے فاسد ہے۔ جو ہوا و ہوس سے تو مطابقت رکھتی ہے لیکن اجتہاد صحیح سے جیسے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔[۵]"

تفسیر بالرائے کے حدود | بہر حال تفسیر میں رائے بالکلیہ ممنوع نہیں ہے۔ بلکہ اگر رائے محمود ہو تو اس سے قرآنی حقائق کے بہت سے مخفی پہلو روشن ہو سکتے ہیں۔ بشرطیکہ تفسیر کرنے والا شخص دینی علوم پر گہری نظر رکھتا ہو۔ عربی زبان کے قواعد اور اسالیب پر اسے عبور بھی ہو۔ بلاغت و معانی کی باریکیوں کو بھی سمجھتا ہو۔ احادیث و آثار کے ذخیرہ سے بھی واقف ہو۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس کے دل میں نور ایمان ہو تقویٰ و خلوص نیت سے بھی بہرہ یاب ہو تو ایسا شخص کسی آیت کا مفہوم بیان کرے تو اس کی تفسیر، تفسیر بالرائے نہ ہو گی۔ چنانچہ علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:۔

" جس نے قرآن کی تفسیر میں لغت اور شریعت کے اعتبار سے اپنے علم کے مطابق گفتگو کی۔ اس

۵۔ احیاء العلوم جلد ۱ ص ۲۶۱

پر کوئی حرج نہیں۔ اسی لئے ان سلف سے اور بعد کے علماء سے تفسیر میں بہت سے اقوال منقول ہیں۔[1]

مشہور مفسر ابو حیان اندلسی فرماتے ہیں۔

"جس نے غور و فکر سے کام لیا اور علم و نظر کے اصولوں کے مطابق قرآن کی تفسیر کی۔ وہ اس حدیث میں داخل نہیں۔ اس کی تفسیر بالرائے نہیں ہوگی۔ اور نہ خطا کی طرف منسوب ہوگی۔"[2]

اہلِ نظر کے نزدیک آیات کی تاویل بھی جائز ہے اور تاویل کا تعلق زیادہ تر عقل و رائے ہی سے ہے
علامہ سیوطی۔ امام بغوی اور کواشی سے نقل کرتے ہیں کہ

"تاویل یعنی آیت کو اجتہاد و استنباط کے طریق پر ایسے مفہوم پر محمول کرنا جو سیاق و سباق کے مطابق ہو اور آیت میں اس کی گنجائش ہو اور وہ مفہوم کتاب و سنت کے خلاف بھی نہ ہو علمائے تفسیر کے لئے ناجائز اور ممنوع نہیں ہے۔"[3]

بہر حال رائے محمود بھی ہو سکتی ہے۔ اور مذموم بھی۔ اگر اصول و ضوابط کے تحت ہو تو اس سے فہم قرآن کی راہیں کھلتی ہیں اور اگر ان سے انحراف ہو تو بے جا تاویلات کا بھی دروازہ کھلتا ہے۔ محتاط مفسرین نے تفسیر بالرائے کے حدود کا ہمیشہ لحاظ رکھا ہے اور ان کی مساعی جمیلہ کی بدولت تفسیر کے ذخیرہ میں گراں مایہ اضافہ ہوا۔

تفسیر بالماثور کا کمزور پہلو | اگر کوئی یہ خیال کرتا ہے کہ تفسیر بالماثور ہمارے لئے کافی ہے اور ہمیں عقل و فہم کو کام میں نہیں لانا چاہیے۔ تو یہ اس کی کوتاہ فہمی ہے۔ قرآن پر جب بھی غور و فکر کیا جائے گا اور گہرائی سے مطالعہ کیا جائے گا۔ تو تفسیر بالماثور زیادہ کارآمد نہیں ثابت ہوگی۔ اور نہ ہر زمانہ اور ماحول میں سازگار رہو گی۔ کیونکہ حدیث کی صحیح ترین کتابوں میں تفسیر کے ابواب اس قدر مختصر ہیں کہ کسی سورہ کے ایک یا دو لفظوں اور کسی سورہ کی صرف ایک یا دو آیتوں کے متعلق روایات درج کی گئی ہیں۔ اگرچہ یہ روایات قرآن کی تفسیر کے لئے نہایت اہمیت رکھتی ہیں۔ مگر ان سے خود ان کا کوئی گوشہ سیراب نہیں ہوتا۔ علامہ سیوطی نے "الاتقان فی علوم القرآن" کی آخری فصل میں ان تفسیری روایتوں کو جمع کر دیا ہے جو صحابہ کے توسط سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں اور وہ کل ان کی کتاب کے بیس صفحوں سے بھی کم ہیں۔ پھر وہ بھی زیادہ تر الفاظ کے معانی کے متعلق ہیں۔

ان کے علاوہ تفاسیر کے وہ مجموعے جن میں آثار و اقوال کو جمع کیا گیا ہے۔ ان میں ہر قسم کی روایات درج ہو گئی ہیں۔ ائمہ جرح و تعدیل نے جب راویوں اور روایتوں کی جانچ کی۔ تو تفسیری روایات کا بڑا حصہ ان کے رواۃ کے ضعف کی بنا پر مشکوک ثابت ہوا۔ کیونکہ ضحاک بن مزاحم، مقاتل بن سلیمان، ابو صالح مصری ———

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۶ [2] البحر المحیط جلد ۱ ص ۱۳ [3] الاتقان جلد ۲ ص ۱۸۰

محمد بن سائب کلبی. السدی. محمد بن مروان. بشر بن عمار اور عوفی وغیرہ جن سے زیادہ تر یہ روایتیں آئی ہیں۔ جانچنے سے مکرور بلکہ ان میں سے بعض وضاع نکلے[1]

حضرت علیؓ اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے نام سے تفسیر کی روایات زیادہ تر موضوع ثابت ہوئیں۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے قرآن کی ہر آیت اور ہر لفظ کی تفسیر میں ۱۶۶۰ روایتیں نقل کی گئی ہیں جن میں سے امام شافعیؒ کے قول کے مطابق زیادہ سے زیادہ سو البسی ہیں جو صحیح مانی گئی ہیں[2]

پھر منقولی تفسیروں میں اسرائیلیات کا بڑا حصہ بھی شامل ہو گیا۔ جن میں زیادہ تر حصہ موضوعات و خرافات سے تعلق رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکابر ائمہ نے ان پر سخت تنقیدیں کیں۔

امام احمد بن حنبلؒ کا قول ہے۔

"تین کتابیں ہیں جن کی کوئی اصلیت نہیں۔ مغازی۔ ملاحم اور تفسیر"[3]

تفسیر میں اجتہاد ورائے کی ضرورت | جب یہ معلوم ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرآن کی تفسیر کا کچھ ہی حصہ ہم تک پہنچا ہے تو باقی حصے کے بارے میں نصوص صریحہ کی روشنی میں ہم قرآن سمجھنے کی کوشش کریں۔

صحابہ کرامؓ سے جو تفسیر مرفوعاً ثابت نہیں لامحالہ اسے ان کی فہم ورائے ہی قرار دیا جائے گا اور جب انہوں نے ایک طرح ڈال دی ہے تو ہم بھی ان کے راستہ پر چلیں۔ جس طرح فقہی مسائل میں ہم ان سے استفادہ کرتے اور عربیت میں ان کو حجت سمجھتے ہیں۔ اسی طرح قرآن کے سلسلے میں بھی ہم اپنی فہم ورائے سے کام لیں۔

ان اقوال میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے ہوئے نہیں ہیں ظاہر ہے کہ وہ صحابہ کرامؓ کا اپنا فہم سمجھے جائیں گے جسے اللہ تعالیٰ نے فہم و خرد سے نوازا ہے اور لغت و سنت کا وہ علم بھی رکھتا ہے تو وہ بھی صحابہ کرام کی تقلید کرتے ہوئے اپنی فہم سے کام لے سکتا ہے۔

تفسیر بالماثور کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ سختی کے ساتھ آثار سلف سے تجاوز نہیں کرتے وہ بھی سلف کے مختلف اقوال کو سامنے رکھ کر استنباط و ترجیح سے کام لیتے ہیں اور یہ اختیار و تمیز، فہم بالرائے کے سوا اور کیا ہے!۔

جب یہ ثابت ہے کہ تفسیر بالماثور کا بہت کم حصہ صحیح طریقہ پر پہنچا ہے تو دوسرے حصوں کے لئے فہم و رائے کا دروازہ بند نہیں کیا جا سکتا۔ اخبار آثار سے بھی تائید ہوتی ہے۔ کہ اصحاب فہم و تدبر کے لئے قرآن میں غور و فکر

[1] مرأۃ التفسیر ص ۲۰ تا ۲۸ [2] الاتقان جلد ۲ ص ۱۹۵ [3] تذکرۃ الموضوعات شیخ محمد بن طاہر ص ۸۳۔

کی کافی گنجائش ہے جیسا کہ حضرت علیؓ کا ارشاد ہے :-

" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کوئی ایسی چیز نہیں عطا فرمائی جسے لوگوں سے چھپایا ہو سوائے اس کے کہ اللہ عز وجل اپنے کسی بندے کو فہم قرآن کی نعمت عطا فرمائے[1]"

مقصد یہ ہے کہ کتاب اللہ کی فہم کا دروازہ وسیع ہے ۔ خدا جسے چاہے عطا کرے ۔ اللہ تعالیٰ کے مخصوص بندوں کو ہمیشہ یہ نعمت حاصل ہوتی ہے ۔ اولوا الالباب اپنی حکمت و بصیرت قرآن سے استنباط کرتے اور اپنی عقل و فہم کو قرآن کے علم و معرفت میں استعمال کرتے ہیں۔

فہم قرآن کے سلسلے میں اہل علم کا یہی طریقہ رہا ہے کہ پہلے انہوں نے قرآن کو قرآن ہی سے سمجھنے کی کوشش کی ۔ کیونکہ قرآن ایسی کتاب ہے جس میں کہیں اجمال ہے تو کہیں دوسری آیت میں اس کی تفصیل ہو جاتی ہے اس کے بعد انہوں نے سنت کو ذریعہ فہم بنایا کیونکہ رسول شارح قرآن ہیں ۔ پھر اقوال صحابہ کو پیش نظر رکھا ۔ کیونکہ انہوں نے براہ راست صحابہ سے استنباط کیا ۔ پھر تابعین کے اقوال کو بھی دیکھا ۔ پھر جب اشکال رہ گیا تو انہوں نے فکر و رائے سے کام بھی لیا ۔ یہی طریقہ زیادہ محتاط اور اولیٰ ہے ۔ اور اس کی تائید حضرت معاذ بن جبلؓ کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے یمن بھیجتے ہوئے سوال کیا کس چیز سے فیصلہ کرو گے ؟ معاذؓ نے عرض کیا ، کہ اللہ کی کتاب سے ۔ فرمایا ، اگر اس میں نہ مل سکے ؟ عرض کیا تو سنت سے ۔ فرمایا اگر سنت میں بھی نہ پایا ؟ عرض کیا ، اپنے اجتہاد و رائے سے کام لوں گا ۔ یہ سن کر آپؐ نے سینہ پر تھپکی دیتے ہوئے فرمایا :-

" الحمد للہ جس نے رسولؐ کے قاصد کو اس امر کی توفیق بخشی جو اللہ کے رسول کو پسند ہے[2]"

ارباب علم کے لئے زندگی کے ہر باب میں حضرت معاذؓ کا اسوہ قابل حجت رہا ۔ تو فہم قرآن کے سلسلے میں یہ دلیل راہ کیوں نہ بنے ۔ حقیقت یہ ہے کہ فہم قرآن کا دائرہ تنگ نہیں ہے ۔ بلکہ قرآن کی حکیمانہ اور ابدی تعلیمات کا تقاضا ہے کہ اس میں ہمیشہ تعقل و تفکر سے کام لیا جائے ۔ جتنی زیادہ گہرائی سے اس کا مطالعہ کیا جائے گا اس قدر خدا کی حکمت و معرفت کی دولت ہاتھ آئے گی ۔ اس سلسلے میں امام غزالی نے بڑی اچھی بحث کی ہے ۔ فرماتے ہیں :-

" قرآن کریم میں جملہ دینی علوم موجود ہیں ۔ بعض صراحت کے ساتھ ، بعض اجمالی طور پر ۔ بعض نسبتاً تفصیل سے ۔ لیکن ان سے بہرہ ور ہونے کے لئے گہرے غور و فکر کی ضرورت ہے ۔ نیز حقائق کی بصیرت بھی لازمی ہے ۔ اور یہ کام صرف اس طرح نہیں بن سکتا کہ زبان سلف پر جو ظواہر تفسیر چلے آ رہے ہیں ان پر اکتفا کر لیا جائے بشرطیکہ وہ تفسیر ماثور کے خلاف نہ ہو ۔"

---

[1] مشکوٰۃ شریف کتاب القصص ص ۳۰۰ بحوالہ بخاری [2] جامع ترمذی کتاب القضاء

لیکن بہت سے امور ہیں جو تفسیر ماثور سے ماوراہیں۔ جیسا کہ عبداللہؓ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:۔

من اراد علم الاولین والآخرین فلیتدبّر القرآن

جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اولین و آخرین کا علم حاصل کرے اسے چاہئے کہ قرآن میں تدبر کرے۔

اور ظاہر ہے کہ تدبر فی القرآن کے لیے تعمق فی الفہم ضروری اور ناگزیر ہے جو ظاہر الفاظ و معانی پر انحصار کرنے سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس کے لئے اشارات اور مقاصد کا سمجھنا بھی ضروری ہے۔

۲۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی صفات و افعال کا بیان بھی ہے۔ اور اس کی ذات قدسی کا ذکر بھی ہے۔ اس کے اسمائے حسنیٰ بھی آئے ہیں۔ ان چیزوں کو سمجھنے کے لئے فانی چیزوں کی مشابہت سے تنزیہہ کے ساتھ ساتھ صرف ظواہر پر اکتفا نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ فہم و تدبر کی بھی ضرورت ہے۔ تاکہ بیان مونلف کو جمع کیا جا سکے۔ اور قول مختلف کی نفی کی جا سکے۔

۳۔ آثار سلف بھی اس مسلک کی تائید میں موجود ہیں۔ کہ قرآن کے سمجھنے کے لئے فہم و تدبر سے کام لینا چاہئے چنانچہ حضرت علیؓ کا ارشاد ہے:۔

"جس نے قرآن کو سمجھا اس کے ہاتھ میں سارے علوم کی کنجی آ گئی"۔

ظاہر ہے یہ بات اس وقت تک ممکن نہیں جب تک فہم میں تعمق سے کام نہ لیا جائے۔

۴۔ خود قرآن کی آیات تعمق فی الفہم کی دعوت دیتی ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا (البقرۃ ۳۷)

اور جسے حکمت دی گئی اسے خیر کثیر دیا گیا۔

مفسرین سلف حکمت کی تفسیر کرتے ہوئے اس کے معنی فہم قرآن کے بیان کئے ہیں تو جب اللہ تعالیٰ خود فہم قرآن کو خیر کثیر سے تعبیر فرماتا ہے تو ظاہر ہے کہ اس طرح وہ ان لوگوں کو جو فہم و تعمق پر قادر ہیں، بحث و تامل اور غور و فکر کی دعوت دیتا ہے۔

۵۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو دعا دی۔

اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَعَلِّمْهُ التَّاوِيْل[1]

اے خدا ابن عباسؓ کو دین کی سمجھ اور تاویل کی فہم عطا کر۔

تاویل سے مراد قرآن کی تفسیر ہی ہے اور اس کی عبارت اور غایت کے اشاروں کو سمجھنا اور اگر تفسیر محدود

---

[1] فتح الباری جلد ۱ ص ۸۴

ہوتی۔ صرف اقوال تک محدود رہوتے تو آپ ابن عباسؓ کے لئے علمہ (اسے سکھا دے) کے بجائے "احفظہ" اسے یاد کرا دے۔ فرماتے۔[1]

تفسیر کا صحیح طریقہ | تفسیر قرآن میں نہ تو صرف نقل و روایت پر انحصار کرنا درست ہے اور نہ مجرد رائے اور عقل پر اعتماد کرنا مناسب ہے۔ بلکہ صحیح اور اعتدال کی راہ یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ صحیح طریقہ سے مروی ہے اس پر اعتماد کیا جائے اور اپنے مرغوبات اور بے جا تاویلات سے احتراز کیا جائے علامہ راغب اصفہانی دونوں فریقوں کے دلائل لکھنے کے بعد مقدمہ تفسیر میں فرماتے ہیں۔

"غلو اور کوتاہ فہمی دونوں فریقوں میں پائی جاتی ہے۔ کیونکہ جس نے صرف منقول پر انحصار کر لیا اس نے ان تمام پہلوؤں سے صرف نظر کر لیا جس کی آئے دن ضرورت پڑتی ہے اور جس نے اجازت دی اس نے ہر اہل و نا اہل کے لئے غور و خوض کی اجازت دے دی جس نے اپنی غرض کے لئے اس تفسیر بیان کرنی شروع کر دی۔ اور اس نے آیت تدبر کا لحاظ نہیں کیا۔"[2]

امام غزالی بھی فرماتے ہیں:۔

"اس افراط و تفریط سے بچنے کے لئے صحیح اور درست طریقہ یہی ہے کہ فہم قرآن کے سلسلے میں جو کچھ مروی اور ماثور ہے، اس پر اعتماد کیا جائے۔ لیکن منقولات اور دلائل لغویہ کے پہلو بہ پہلو فہم و عقل کو کام میں لانا چاہیئے۔ تاکہ قرآن کریم کے دور رس۔ وسیع اور گہرے معانی کا استخراج کیا جا سکے اور کونی و نفسی حقائق کی گہرائیوں میں ڈوب کر گوہر مقصود کو حاصل کیا جائے۔ ظواہر کونیہ کا ادراک عقل اگر صحیح طور پر کرے گی تو قرآن میں رہنما اشارے بھی ضرور ملیں گے۔ شاید یہی حقیقت ہے جس کی طرف بعض صحابہ نے اشارہ فرمایا ہے۔

مثلاً حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں۔

لا یفقه الرجل کل الفقه حتی یجعل للقرآن وجوها[1]	کوئی شخص فقیہ نہیں ہو سکتا جب تک وہ قرآنی الفاظ کے مختلف استعمالات کا علم نہ حاصل کرے۔

حافظ ابن حبان ابن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ

ان للقرآن ظاهراً و باطناً[3] وحدا و مطلعاً۔	قرآن کے ظاہری معانی بھی ہیں اور علمی نکتے بھی۔ حلال و حرام بھی اور وعدہ و وعید بھی۔

---

[1] احیاء العلوم ص ۲۶۰ تا ۲۶۲ جلد ا۔ [2] تفسیر راغب ص ۴۲۳ [3] الاتقان جلد ا ص ۱۴۱

یہاں قرآن کے دوسرے پہلو یعنی باطن سے وہ باطن نہیں مراد ہے جو حضرات شیعہ کے نزدیک صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصیا کے ساتھ خاص ہے بلکہ اس سے قرآن کا وہ اشاریہ بیانیہ مراد ہے۔ جو حقائق کونیہ بنفسہ و تشریعیہ وغیرہ سے متعلق ہے۔ یہ وہ امور ہیں جنہیں کوئی دقیقہ اس عالم ہی اپنی بصیرت کی روشنی میں سمجھ سکتا ہے وہ بصیرت جو نور الٰہی سے مستفید ہو اور جو استقامت فکر اور عقل رسا کی حامل ہو۔

امام غزالی نے اس سلسلے میں یہ بھی لکھا ہے کہ

" ظاہر تفسیر میں نقل و سماع لابدی اور لازمی ہیں تاکہ انسان غلطی اور کجی سے محفوظ رہے اس کے بعد ہی انسان وسعت فہم و ادراک اور استنباط و استخراج سے آشنا ہو سکتا ہے۔ جو شخص اسرار قرآن کے فہم کا دعویٰ کرتا ہے اور تفسیر ظاہر سے ناآشنا ہے اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو دروازے میں سے گذرے بغیر اندرون خانہ پہنچ جانے کا مدعی ہو۔ یا جو کہتا ہو کہ میں ترکوں کا کلام سمجھ لیتا اور ان کے مقاصد پہچان لیتا ہوں۔ حالاں کہ وہ ترکی زبان سے ناآشنائے محض ہو۔"

اسرار قرآن اور اس کے باطنی پہلو کے فہم و ادراک کے بارے میں آگے چل کر امام غزالی فرماتے ہیں :۔

" یہ اسرار الٰہی علماء پر منکشف ہوتے ہیں۔ جن کا علم راسخ ہے وہ بھی بقدر علم و صفائے قلب اور علم و صفائے قلب کی ترقی کی بھی ایک حد ہے۔ ورنہ تمام اسرار قرآنی کا سمجھ لینا ناممکن ہے اگرچہ سمندر، روشنائی اور اشجار قلم کیوں نہ بن جائیں۔ کیونکہ اللہ عز و جل کے کلمات کے اسرار و حکم کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ظاہر تفسیر میں اشتراک معرفت کے باوجود فہم قرآن کے سلسلے میں لوگوں کے درمیان تفاوت پایا جاتا ہے۔ کیونکہ تفسیر کا صرف ظاہری پہلو دوسرے پہلوؤں سے انسان کو بے نیاز نہیں کر سکتا۔" [۵]

---

[۵] احیاء العلوم جلد ۱ ص ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴

يا يها الذين امنوا اتقوا الله حق تقته ولا تموتن الا وانتم مسلمون ۝ واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا

O ye who believe! Fear God as He should be feared, and die not except in a state of Islam. And hold fast, all together, by the Rope which God stretches out for you, and be not divided among yourselves.

PREMIER TOBACCO INDUSTRIES LIMITED

مشاہیر علماء سرحد

مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب فانی
مدرس دارالعلوم حقانیہ

مولانا الحاج عبدالجبار کوٹھویؒ

نورانی چہرہ ۔ وجیہہ سراپا ۔ فرشتہ صورت ۔ مجسمہ وقار ۔ تصویر متانت ۔ دل نشین لہجہ ۔ دلکش شکل و انداز سفید داڑھی جبین پر عظمت رفتہ کی یادوں کے نقوش ۔ سر پر سفید عمامہ اور معصوم بچپن جن کو دیکھ کر اسلاف کے تصور اور اکابر کی تصویر کی پرچھائیاں ذہن پر ابھریں ۔ عظمت اسلاف کا حدی خواں ۔ لبوں پر اپنے مرحوم اساتذہ کے علم و فن ، زہد و عمل ، ورع و تقویٰ ، رفعت و وقعت ، فقاہت و ثقاہت ، روایت و درایت ، امانت و دیانت ، عظمت و شہامت ، شفقت و محبت اور فضل و کمال کے تذکرے ، یہ تھے مذکورۃ الصدر شخصیت مولانا عبدالجبار کوٹھوی رحمہ اللہ ۔

حضرات اکابرین ایک ایک ہو کے رخصت ہو رہے ہیں ۔ اخلاف کا اسلاف کے قائم مقام اور ان کی مسند پر براجمان ہونے کا سلسلہ شروع ہے ۔ مگر بایں ہمہ جو خلا اور ناقابل تلافی نقصان ان نفوس قدسیہ کی رحلت سے ملت کا پہنچ رہا ہے اس کا پُر ہونا مستبعد نہیں بلکہ محال ہے ؎

انجمن سے وہ پرانے شعلہ آشام اٹھ گئے — ساقیا محفل میں تو آتش بجام آیا تو کیا
جن کو تھا ذوق تماشہ وہ تو رخصت ہو گئے — لے کے اب تو وعدۂ دیدار عام آیا تو کیا (اقبالؔ)

ایسی حالت اور اس قحط الرجال میں ان باخدا ہستیوں کی دید و شنید اور ملاقات ایک گونہ نعمت غیر مترقبہ ہے ۔ بندہ کو فخر ہے کہ تقریباً "لاشعوری دور" میں آں مرحوم کی دید سے شرفیاب اور ان کی شیریں کلامی و محبت آمیز لہجہ سے محظوظ ہوا ہے ع

نازم بچشم خود کہ جمال تو دیدہ است

ولادت اور ابتدائی تعلیم | آپ ۱۳۰۰ھ کو موضع کوٹھہ تحصیل صوابی میں جناب مولانا شاہ حسین کے ہاں پیدا ہوئے ۔ چونکہ آپ کا تعلق علمی خاندان سے تھا اس لئے خاندانی روایت کے مطابق جب تحصیل علم کے قابل ہوئے تو اپنے علاقہ میں مشاہیر علماء کی طرف رجوع کیا ۔ چنانچہ اس وقت علمی مرکز زروبی تشریف لے گئے اور وہاں پر حضرت مولانا خلیل الرحمن صاحب والد بزرگوار حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب صدر المدرسین

دارالعلوم حقانیہ سے فارسی نظم اور صرف نحو کی ابتدائی کتب کے ساتھ ساتھ نورالانوار قطبی اور متنبی وغیرہ پڑھیں۔ اس کے بعد مختلف درسوں میں شرکت کی۔

اعلیٰ تعلیم اور سند فراغت | ابتدائی اور وسطانی کتب کی تعلیم کے بعد بغرض اعلیٰ تعلیم ہندوستان تشریف لے گئے۔ اور مدرسہ ناصریہ (جسے مدرسہ قافلہ بھی کہتے ہیں) ٹونک میں داخلہ لیا۔ اس وقت اس مدرسے میں حضرت مولانا سیف الرحمٰن صاحب مہاجر کابل بعہدہ صدر مدرس مامور تھے۔ ان سے کچھ کتابیں پڑھیں۔ جب مولانا سیف الرحمٰن صاحب مدرسہ فتحپوری تشریف لے گئے۔ تو آپ نے حضرت مولانا حیدر حسن صاحب [1]

---

[1] مولانا حیدر حسن خان صاحب کی ولادت ریاست ٹونک راجپوتانہ میں ۱۲۸۱ھ ۱۸۶۴ء میں ہوئی۔ ان کے والد کا نام مولوی احمد حسن خان صاحب تھا۔ ان کے بزرگ بنیر سے نجیب آباد آکر رہ گئے۔ وہاں کچھ عرصہ گذارنے کے بعد یہ خاندان ریاست ٹونک منتقل ہوا۔ جس کے بانی نواب امیر خان خود بنیر کے رہنے والے تھے۔

ابتدائی تعلیم اپنے برادر بزرگ مفتی محمد حسن خان اور دوسرے فاضل و متبحر بھائی مولانا محمود حسن خان (مصنف معجم المصنفین) نیز ایک دوسرے عالم شہیر مولانا محمد حسن خان (چھاؤنی والے) اور مولانا عبدالکریم سے پائی۔ پھر لاہور کا سفر اختیار کیا۔ جو اس وقت بڑا علمی مرکز تھا۔ وہاں مولانا غلام احمد صاحب نعمانی کا دامن ایسا تھاما کہ جب تک تمام نقلیہ اور عقلیہ میں دستگاہ نہیں پیدا کر لی۔ نہیں چھوڑا۔ اس وقت مولانا مدرسہ نعمانیہ کے صدر مدرس اور اس کی زینت و شہرت کے باعث تھے۔ اور یہ مدرسہ ان کی وجہ سے جید الاستعداد اور عالی ہمت طلبا کا مرکز بنا ہوا تھا۔ مولانا حیدر حسن خان صاحب آخر دم تک انہیں اپنا محسن اور علمی مربی سمجھتے تھے۔

لاہور سے علوم مروجہ سے فراغت حاصل کر کے مولانا نے سہیل یمانی شیخ حسین ابن محسن الانصاری خزرجی نزیل بھوپال کے شہرۂ آفاق درس حدیث میں شرکت کی۔ اور ان سے صحاح ستہ کا درس لیا۔ اور پورے انہماک اور تحقیق و مطالعہ کے ساتھ مصروف استفادہ رہا۔ مولانا آخر تک اپنے شیخ کا دم بھرتے رہے۔ اور ان ہی کی طرز اپنائی۔ مولانا نے اسی عہد کے دوسرے استاذ حدیث اور شیخ وقت مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی کے درس میں بھی شرکت کی۔ اور ان سے بھی سند لی۔

تکمیل علم کے بعد اپنے وطن ٹونک آ گئے۔ اور یہاں پر مدرسہ ناصریہ (جس کے سرپرست نواب صاحب کے بھائی صاحبزادہ عبدالرحیم خان تھے) میں تدریس کا آغاز کیا۔ عالم شباب میں حج بیت اللہ کو گئے۔ وہاں پر شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے بیعت ہوئے۔

۱۳۳۹ھ ماہ ذی الحجہ مطابق ۱۹۲۱ء اگست دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں استاذ حدیث مقرر ہوئے۔

ٹونکی رحمہ اللہ جو اسی مدرسہ میں پہلے نائب صدر مدرس. اس کے بعد شیخ الحدیث مقرر ہوئے۔ سے صحاح ستہ میں سند حدیث حاصل کی. مولانا حیدر حسن صاحب شیخ حسین ابن محسن انصاری کے شاگرد تھے۔ مولانا کے کاغذات سے راقم کو شیخ حسین ابن محسن انصاری کا سلسلہ سند ملا ہے جو مندرجہ ذیل ہے۔

شیخ العلامہ حسین[1] ابن محسن الانصاری الیمانی عن شیخنا الامام الحافظ الشریف محمد[2] بن ناصر الحسنی عن شیخہ امام المحدثین الحافظ القاضی محمد[3] بن علی الشوکانی عن شیخہ السید عبدالقادر[4] ابن احمد وہو عن شیخہ محمد حیات[5] السندھی وہو عن الشیخ سالم[6] بن الشیخ عبداللہ بن سالم البصری المکی عن ابیہ[7] عن الشیخ محمد بن علاء[8] الدین البابلی المصری عن الشہاب[9] احمد بن محمد بن الشلبی عن یوسف[10] ابن زکریا الانصاری عن ابراہیم[11] بن علی ابن احمد القلقشندی عن احمد[12] بن محمد بن المقدسی عن محمد بن محمد[13] بن ابراہیم المیدوی عن عبداللطیف[14] بن عبدالمنعم الحرانی عن ابی الفرج[15] بن الجوزی عن اسماعیل[16] بن ابن ابی صالح النیساپوری. عن ابیہ[17] عن محمد[18] بن محمش الزیاری. عن ابی حامد[19] محمد بن محمد البزاز. عن عبدالرحمن[20] بن بشر بن الحکم النیساپوری. عن سفیان[21] بن عیینہ. عن عمرو[22] بن دینار. عن ابی قابوس[23] مولی عبداللہ بن عمرو بن العاص. عن عبداللہ[24] بن عمر رضی اللہ عنہما عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الراحمون یرحمہم الرحمن تبارک وتعالیٰ ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء۔

آغاز تدریس فراغت کے بعد ہندوستان میں بمقام نوساری ضلع گجرات تدریس وخطابت کا آغاز کیا وہاں چند سال گزارنے کے بعد اپنے وطن تشریف لائے۔ اور پشاور میں تدریس پر مامور ہوئے۔ اس قیام پشاور کے دوران حضرت محدث عصر مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ نے آپ سے چند کتابیں پڑھیں۔

پشاور ہی میں مولانا حافظ محمد ادریس طوروی رحمہ اللہ نے آپ سے تحریر سنبٹ اور شرح وقایہ کا درس لیا۔ آپ اپنے ساتھیوں میں نہایت ہی ذکی ذہین اور فطین تھے۔ مولانا عبدالجبار صاحب اگرچہ یہاں صرف احادیث پڑھاتے۔ لیکن اپنے خاص تلامذہ کو فنون کا درس دیا کرتے تھے۔ حافظ صاحب کے تذکرہ نگاروں نے ان کے اس جلیل القدر اور شفیق استاذ کا ذکر نہیں کیا۔

۱۳۲۶ھ میں جب ڈابھیل (سورت) میں مولانا احمد حسن صاحب[لہ] سملکیؒ نے ایک مدرسہ

بقیہ صفحہ ۳ ذی الحجہ ۱۳۵۸ھ یکم جنوری ۱۹۴۰ء کو دوبارہ اپنے وطن ٹونک تشریف لے گئے۔ اور ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۱ھ ۳۱ مئی ۱۹۴۲ء کو داعی اجل کو لبیک کہا۔ اور ٹونک کے مشہور قبرستان موتی باغ میں جس میں ہزاروں صلحا و سینکڑوں علماء اور سید صاحب کے قافلہ کے بچھڑے ہوئے درجنوں رفیق اور غازی اور سادات قافلہ مدفون ہیں۔ آرام فرمایا۔ رحمہ اللہ (ملخصاً از پرانے چراغ حصہ اول) لہ روئیداد جامعہ اسلامیہ (باقی اگلے صفحہ پر)

تعلیم الدین (جو بعد میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے نام سے معروف ہوا) کی بنیاد رکھی۔ تو پشاور میں چند سال گذارنے کے بعد اسی مدرسہ کے کارپردازوں سے مجبور ہو کر آپ ڈابھیل تشریف لے گئے۔ اور وہاں صدرالمدرسین مقرر ہوئے۔ آپ کی تشریف آوری سے باقاعدہ درس نظامی کا آغاز ہوا۔

صفر ۱۳۴۶ھ میں جب محدث کبیر حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ دارالعلوم دیوبند سے مستعفی ہوئے۔ اور آپ کے دوسرے ہم خیال رفقا نے بھی استعفا پیش کیا تو حاجی یوسف گارڈی اور محمد موسیٰ میاں صاحب کی ایما پر مولانا احمد بزرگ[۱] مہتمم جامعہ اسلامیہ ڈابھیل دیوبند تشریف لے گئے اور ان حضرات کو

بقیہ حاشیہ صفحہ ڈابھیل میں لکھا گیا ہے۔ "مولانا مرحوم نے توکلاً علی اللہ چند محبین و مخلصین کی اعانت سے سملک کی مسجد میں ماہ شعبان المعظم ۱۳۲۶ھ کو جامعہ اسلامیہ کا افتتاح مدرسہ تعلیم الدین کے نام سے فرمایا۔ افتتاح کے وقت اگرچہ کچھ سرمایہ آپ کے پاس نہیں تھا۔ مگر حسن نیت للہیت اخلاص اور سب سے بڑھ کر جوش عمل کا وہ بے پناہ جذبہ موجود تھا جس کے سامنے لاکھوں کی پونجی ہیچ ہوتی ہے۔"

۱۳۴۶ھ میں مدرسہ کی ضروریات کی تکمیل کی خاطر جنوبی افریقہ تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے انما المومنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم کا نہایت اہم فریضہ ادا کیا۔ وہاں مسلمانوں کے تعلقات آپس میں کشیدہ تھے۔ آپ کی حسن تدبیر سے وہ سب استوار ہو گئے۔ اور اتحاد و اتفاق کی عظیم دولت سے مالا مال ہوئے۔ نیز یہ اتحاد مدرسہ کے کام میں بھی نہایت خیر و برکت کا موجب ہوتا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تعمیر کے لئے ایک گراں قدر رقم جمع ہوئی۔ آپ مراجعت وطن کا قصد فرما رہے تھے کہ آپ پر انفلوئنزا کا زبردست حملہ ہوا۔ اور چند روز کی علالت کے بعد ۱۰ محرم الحرام ۱۳۴۷ھ بروز پنجشنبہ واصل بحق ہوئے۔

مولانا قاری محمد یامین سہارنپوری نے آپ پر جو طبع مرثیہ لکھا ہے اس کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

ایا عین جودی بالدموع السواجم — علی موت شیخ باهر المجد کارم
حمید نشاء فی خدمة الدین مخلصاً — نقام مجدّ ثم صدق العزائم
وجلی منکوات الشرع ذالت جنودہ — فبسط انوار العلی والمکارم
فذاک النبیل الشیخ احمد حسن لهٗ — ثناءٌ جمیلٌ حلّ کلّ الاقالیم

---

[۱] مولانا احمد بزرگ گجرات کے مقام سملک میں پیدا ہوئے۔ ۱۲۹۸، ۱۲۹۹ھ سن ولادت ہے۔ احمد نام تھا۔ بچپن ہی میں بزرگ لقب پڑ گیا تھا۔ قرآن شریف ختم کر کے اولاً اردو پڑھی۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

ڈابھیل تشریف لانے کی دعوت دی۔ چنانچہ ۵ ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ کو حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ۔ محدث عصر علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ۔ مولانا سید سراج احمد صاحب رشیدی۔ مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی اور مولانا بدر عالم میرٹھی وغیرہم حضرات ڈابھیل تشریف لے گئے۔ اور اس وقت سے مدرسہ کا نام تعلیم الدین کی بجائے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سملک ضلع سورت رکھا گیا۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی تشریف آوری سے آپ نے عہدۂ صدارت ان کے سپرد کر دیا۔ شاہ صاحب کو آپ کے ساتھ انتہائی محبت تھی۔ اور آپ فرماتے کہ اس مدرسہ کو جو ترقی ملی ہے۔ وہ آپ کی کاوشوں اور مسلسل جد و جہد کا ثمرہ ہے۔ آپ ہی کوششوں سے یہ چھوٹا سا پودا چمنستانِ علم بن گیا ہے۔ آپ اپنے تدریسی مشاغل اور کثیر مصروفیات کے باوجود حضرت شاہ صاحب کے درسِ بخاری میں شرکت فرمایا کرتے۔ اسی طرح زمانۂ قیام ڈابھیل میں زندگی کے سفر کی کچھ مسافت حضرت شاہ صاحبؒ کی رفاقت میں گزاری۔

جمادی الاوّل ۱۳۴۹ھ میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ اراکین جمعیۃ العلماء برما کی دعوت پر رنگون تشریف لے گئے۔ اس سفر میں آپ بھی حضرت شاہ صاحب۔ حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور مولانا احمد بزرگ کے ہمراہ تھے۔ علاوہ ازیں حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی اور علامہ محمد یوسف بنوری کے ساتھ آپ کا خصوصی تعلق تھا۔ حضرت بنوری کا تعلق آپ کے ساتھ تادمِ مرگ جاری رہا۔ اور ہر اہم کام میں آپ سے مشورہ لیتے تھے۔

بیعت و سلوک | آپ کا تعلق بیعت حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کے ساتھ تھا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ پھر فارسی اور عربی کی تعلیم لاج پور کے مدرسہ میں چار سال رہ کر حاصل کی۔ مشکوٰۃ المصابیح اور ہدایہ اولین پڑھنے کے بعد ۱۳۱۸ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور ۱۳۲۱ھ میں سند فراغت حاصل کی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی سے بیعت ہونے کا شرف حاصل کیا۔ اور تقریباً ایک سال تک مرشد کی خدمت میں رہ کر ذکر شغل اور ریاضت و مجاہدہ میں مشغول رہے مرشد کی وفات کے بعد وطن مراجعت کی اور کچھ مدت کے بعد جنوبی افریقہ تشریف لے گئے۔ ۱۳۳۵ھ میں جامع مسجد سورتی رنگون میں مفتی مقرر ہوئے۔ اور تین سال تک وہاں افتاء کے ساتھ وعظ اور درس قرآن کا فیض پہنچایا۔ رنگون سے واپسی کے بعد ۱۳۳۹ھ میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے مہتمم بنائے گئے۔ ۱۳۴۶ھ میں حضرت علامہ انور شاہ کشمیری اور دوسرے حضرات کو ڈابھیل لے جانے کا کارنامہ انہوں نے ہی انجام دیا تھا۔

مولانا احمد بزرگ اگرچہ سیدھے سادے بزرگ تھے۔ مگر ان میں انتظامی صلاحیتیں بدرجہ اتم موجود تھیں ڈابھیل کے معمولی مدرسہ تعلیم الدین کو جامعہ اسلامیہ میں تبدیل کر دینا عظیم علمی کارنامہ ہے۔ ۵ ربیع الاول ۱۳۷۱ھ کو ۷۲ سال کی عمر میں وفات پائی۔ (تاریخ دارالعلوم دیوبند)

سفر سعادت یعنی حج بیت اللہ | ۱۳۵۰ھ میں آپ حج بیت اللہ تشریف لے گئے۔ حضرت شیخ الاسلام والمسلمین مولانا سید حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہٗ کے برادر بزرگ مولانا سید احمد فیض آبادی نے اپنے ایک مخلص کرم فرما کے نام آپ کے لئے ایک سفارشی خط لکھا۔ جو اس تحریر میں شریک اشاعت ہے۔ علاوہ ازیں دو مرتبہ عمرہ سے بھی مشرف ہوئے تھے۔

مراجعت وطن | قیام پاکستان کے چند سال پہلے اپنے آبائی گاؤں کوٹھہ تشریف لائے۔ وہاں پر حضرت مولانا عبدالصمد عرف درگئی باباجی صاحب رحمہ اللہ کے تعاون اور مشورہ سے مدرسہ صوفیہ کے نام سے ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ اور آخر تک اس مدرسہ میں حسبۃً للہ تدریس و اہتمام کی خدمات انجام دیتے رہے۔

وفات | ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ کو آپ کی روح قیدِ تن سے جدا ہوئی۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ بانی و مہتمم دارالعلوم حقانیہ جب تعزیت کے لئے ان کے گاؤں تشریف لائے تو فرمایا۔

"مولانا مرحوم ہمارے علاقہ میں نمونۂ اسلاف تھے"

چونکہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام ظلہٗ آپ کی وفات کے دن بیمار تھے اس لئے جنازہ میں شرکت نہ فرما سکے۔ بعد میں جب افاقہ ہوا تو تعزیت کے لئے تشریف لائے۔

نماز جنازہ میں گرد و نواح کے علماء کی کثیر تعداد کے علاوہ عوام کی بھی بھاری اکثریت شریک تھی۔ نماز جنازہ شیخ القرآن مولانا عبدالہادی صاحب شاہ منصوری مدظلہ نے پڑھائی اور قبر پر رقت انگیز خطاب فرمایا۔

اولاد و احفاد | صاحبزادوں میں مولانا عبدالحکیم صاحب فاضل مدرسہ عبدالرب دہلی و مولانا عبدالقیوم صاحب فاضل مدرسہ فتحپوری دہلی وغیرہ غیرشتی۔ اور مولانا محمد سعید صاحب فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور قابل ذکر ہیں۔ احفاد میں مولانا حافظ محمد سلیم صاحب دارالعلوم حقانیہ کے فاضل۔ جب کہ دوسرا مولوی خلیل احمد دارالعلوم حقانیہ میں زیر تعلیم ہے۔

حلقۂ تلامذہ | ویسے تو آں مرحوم کے شاگردوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ کیونکہ جس شخص نے مسلسل ساٹھ سال تک تدریس کی ہو تو اس کے شاگردوں کا حلقہ کتنا وسیع ہوگا۔ لیکن ہم یہاں پر آپ کے اجل اور مشہور تلامذہ کا ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ۔ آپ کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں۔ بلکہ آفتاب آمد دلیل آفتاب ۔ ۲۔ مولانا میاں محمد بن موسیٰ سملکؒ، آپ جوہانسبرگ جنوبی افریقہ میں ۱۹۲۳ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم پالن پور وغیرہ میں حاصل کی۔ اس کے بعد ۱۳۴۲ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ اور ۱۳۴۴ھ میں فراغت حاصل کی۔ حضرت شاہ صاحب کے ساتھ ایسی عقیدت تھی کہ تمام اطوار نشست و برخاست میں اپنے استاد کا

نمونہ بن گئے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد جوہانسبرگ چلے گئے۔ وہاں پر تجارتی کاروبار کے ساتھ وسیع پیمانے پر دینی خدمات انجام دیتے رہے۔ دارالعلوم دیوبند کے طریقہ کے مطابق مفت تعلیم کے ساتھ خورد و نوش کا انتظام بھی ان ہی کی جانب سے تھا۔ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کی تعمیر و ترقی میں ان کی زبردست مالی امداد کا بڑا حصہ ہے۔ مجلس علمی ڈابھیل آپ کی ایک عظیم یادگار ہے۔ ۲۱ ذیقعدہ ۱۳۸۲ھ کو جوہانسبرگ میں آپ کا انتقال ہوا۔ ۳۔ مفتی عبدالرحمن صاحب، سابق مدرس و مفتی مدرسہ فتحپوری و باب العلوم کہروڑپکا، جن کا تذکرہ الحق کے گذشتہ شماروں میں گذر چکا ہے۔ آپ نے ابتدائی کتابیں ان سے پڑھی تھیں۔

۴۔ حافظ محمد ادریس صاحب طوری رحمہ اللہ۔ قیام پشاور کے دوران آپ نے تحریر سنیٹ اور شرح وقایہ پڑھیں۔

۵۔ مولانا احمد حلیم صاحب باجوڑی۔ ۶۔ مولوی سیٹھ اسماعیل گارڈی افریقی۔ ۷۔ مولوی ابراہیم ہاشم۔ ۸۔ مولوی ابراہیم یوسف۔ ۹۔ حافظ نوکی افریقہ۔ ۱۰۔ مولوی محمود ٹیمولی افریقہ۔ ۱۱۔ مولوی عبدالقادر ملک پوری ۱۲۔ مولوی عبدالقیوم سرگودہا۔ ۱۳۔ مولوی میر واحد عرف کنٹر باباجی درگئی۔ ۱۴۔ مولوی محمد ایوب کوہاٹ۔ ۱۵۔ مولوی عبدالسلام کوہاٹ۔ ۱۶۔ مولانا عبدالحق خان شیدی۔

اکابرین علماء اور معاصرین سے تعلق آپ کے متعلقین میں حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی۔ محدث کبیر علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری۔ مولانا مفتی عتیق الرحمن صاحب۔ مولانا بدر عالم میرٹھی۔ مولانا علامہ عبدالحلیم زروبی۔ مولانا محمد ادریس صاحب۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ، مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک مولانا غلام اللہ خان صاحب۔ مولانا عبدالہادی صاحب شاہ منصوری۔ مولانا احمد بزرگ مہتمم جامعہ اسلامیہ ڈابھیل۔ علامہ محمد یوسف صاحب بنوری۔ مولانا الحاج مفتی عبدالرحمن صاحب کوہاٹوی۔ مولانا محمد صاحب زروبی مولانا عبدالصمد صاحب عرف درگئی باباجی خلیفہ حاجی صاحب ترنگزئی رحمہ اللہ۔ مولانا عبدالرؤف صاحب مولانا عبدالرحمن کاملپوری۔ مولانا شیخ الحدیث نصیر الدین صاحب غورغشتوی۔ مولانا قطب الدین صاحب غورغشتوی۔ مولانا عبدالقدیر صاحب کاملپوری اور مولانا عبدالشکور صاحب بہبودی وغیرہ۔

ایک تاریخی واقعہ ۱۹۴۴ء میں جب کہ حضرت مولانا رمضان کی چھٹیوں میں گاؤں تشریف لائے تو ہری پور کے قریب ایک گاؤں میں ایک عالم نے افریقہ کے اہل خیر حضرات کے تعاون سے جامع مسجد کی تعمیر کا کام شروع کیا آپ ان افریقی اہل خیر حضرات کی ایماء پر اس کام کا جائزہ لینے تشریف لے گئے۔ وہاں سے حکیم عبدالسلام صاحب ہزاروی بھی ملاقات کے لئے ہری پور روانہ ہوئے۔ ملاقات کے دوران حکیم صاحب کو آپ نے فرمایا کہ میں آپ کی آمد سے بہت خوش ہوا کیونکہ آج احرار کے جلسہ میں شاہ جی تشریف لانے والے ہیں میرے ساتھ اس کی صدارت کی فکر تھی کہ صدارت کے لئے کونسی شخصیت موزوں ہوگی۔ اچھا ہوا آپ تشریف لائے اور اس تاریخی اجتماع کی صدارت آپ کو سونپی گئی جلسہ کے اختتام پر آپ اور حضرت شاہ جی کافی دیر تک مصروف گفتگو رہے۔

نرخ مطلوب ہیں

زیر دستخطی کو مندرجہ ذیل اشیاء کی فراہمی کے لئے نرخ مطلوب ہیں۔ جو کہ دفتر زیر دستخطی کو مورخہ ۲ مئی ۱۹۸۴ء تک پہنچ جانے چاہیں۔ جو کہ اسی روز بوقت گیارہ بجے صبح کھولے جائیں گے۔

نمبر شمار	نام و تفصیل اشیاء	وزن	زر بیعانہ
۱۔	پلاسٹک بیگز (7" × 3") سفید	1000 کلوگرام	مبلغ -/2000 روپے
2۔	کانٹا دار تار (12 گیج) بغیر لکڑی پیک شدہ	1500 کلوگرام	مبلغ -/2000 روپے

نرخ فی کلوگرام کے حساب سے دینا ہوگا۔ زر بیعانہ بصورت کال ڈیپازٹ بنام ڈویژنل فارسٹ آفیسر پشاور فارسٹ ڈویژن نوشہرہ منسلک ہونا ضروری ہے۔ نقد رقم قابل قبول نہیں ہوگی۔

دیگر شرائط موقع پر دیکھی جا سکتی ہیں۔

نوٹ۔ وزن میں کمی بیشی ہو سکتی ہے۔

المشتہر

دستخط شدہ

ڈویژنل فارسٹ آفیسر

پشاور فارسٹ ڈویژن

بمقام نوشہرہ

INF (P) 900

ٹنڈر نوٹس نیلام

زیر دستخطی کو تقریباً ساڑھے تین ہزار خالی ڈرم خوردنی تیل، کا نیلام بذریعہ ٹنڈر نوٹس کرنا مقصود ہے۔ جس کے لئے سر بمہر ٹنڈر مورخہ ۵ مئی ۱۹۸۴ء بارہ بجے دوپہر تک دفتر ڈسٹرکٹ ایڈمنسٹریٹر افغان مہاجرین ڈیرہ اسمٰعیل خان میں وصول کئے جائیں گے۔ اور اسی دن ایک بجے بعد دوپہر دفتر زیر دستخطی میں ٹنڈر دہندگان کی موجودگی میں کھولے جائیں گے۔

شرائط نیلام

1. سامان "جہاں ہے جیسا ہے" کی بنیاد پر نیلام کیا جائے گا۔ جسے خواہشمند حضرات دفتری اوقات کار میں گودام راکھ زندانی میں دیکھ سکتے ہیں۔
2. ٹنڈر کے ہمراہ مبلغ دس ہزار روپے کا سیکیورٹی ڈیپازٹ / کال ڈیپازٹ بنام ڈسٹرکٹ ایڈمنسٹریٹر افغان مہاجرین ڈیرہ اسماعیل خان کا ہونا لازمی ہے۔ ورنہ ٹنڈر کو مقابلہ میں شریک نہیں کیا جائے گا۔
3. سب سے زیادہ پیش کردہ قیمت کمشنر افغان مہاجرین پشاور کی منظوری کے تابع ہوگی۔
4. سب سے زیادہ قیمت پیش کرنے والے کو کل قیمت کا چوتھائی موقع پر جمع کرانا ہوگا۔ بصورت دیگر جمع شدہ سیکورٹی بحق سرکار ضبط کر لی جائے گی۔
5. کمشنر کی منظوری کے بعد آٹھ یوم کے اندر کل بقایا رقم اور انکم ٹیکس بحساب 3 فی صد جمع کرا کر فوری طور پر مال کو اٹھانا ہوگا۔ بصورت دیگر تمام جمع شدہ رقم بحق سرکار ضبط کر لی جائے گی اور محکمہ کسی قسم کے نقصان کا ذمہ دار نہ ہوگا۔
6. زیر دستخطی کو کسی بھی ٹنڈر کو بغیر کوئی وجہ بتائے منظور یا نامنظور کرنے کا مکمل اختیار ہوگا۔

المشتہر

آنریری کیپٹن (ریٹائرڈ) نیک پیاؤ
ڈسٹرکٹ ایڈمنسٹریٹر افغان مہاجرین
ڈیرہ اسمٰعیل خان

PID(P) 391-2838/40

ایڈمنسٹریٹر گورنمنٹ لیڈی ریڈنگ ہسپتال پشاور

ٹنڈر نوٹس

زیردستخطی کو لیبارٹری کیمیکلز، ریجنٹس، بایو کیمیکلز، گلاس ویئر، آلات جراحی اور متفرق سامان کی سپلائی کے لئے بنانے والے اداروں، درآمد کنندگان اور تقسیم کنندگان سے کوٹیشن مطلوب ہیں۔ جو سیل بند لفافے میں رجسٹرڈ / اے ڈی کی صورت میں ۲۸-۴-۸۴ بارہ بجے دوپہر تک پہنچ جانی چاہئیں۔ لفافے پر لفظ "ٹنڈر برائے لیبارٹری آئیٹم" درج ہونا چاہئے۔ سامان کی فہرست زیردستخطی کے دفتر سے اوقات کار کے دوران مل سکتی ہے۔ اور شرائط درج ذیل ہیں۔

۱۔ آئیٹمز کی تعداد میں کمی بیشی، قیمت، حاضر ایکسپائری ڈیٹ اور فنڈز کی موجودہ حالت کی بنا پر ہوسکتی ہے۔

۲۔ بایو کیمیکلز، کیٹس، آلات جراحی کیٹس اور ریجنٹس کی ایکسپائری ڈیٹ ضروری ہے جو کہ کسی بھی حالات میں فراہمی کی تاریخ سے ایک سال تک سے کم نہ ہوگی۔

۳۔ بنانے والے ادارے کا نام اور پیکنگ کا سائز ہر آئیٹم کے لئے لکھیں۔ اور بنانے والے ملک کا نام بھی بتایا جائے۔

۴۔ کیمیکلز اور ریجنٹس لیبارٹری کے لئے استعمال ہوں گے یہ لازمی خالص اور اعلیٰ درجہ کے ہونے چاہئیں۔ کوالٹی کی وضاحت کریں۔

۵۔ ٹنڈر کے ہمراہ 3000 روپے کا کال ڈیپازٹ بنام ایڈمنسٹریٹر گورنمنٹ لیڈی ریڈنگ ہسپتال پشاور آنا ضروری ہے، چیک قابل قبول نہ ہوں گے۔

۶۔ جو فرمیں آرڈر ملنے کے بعد مال سپلائی نہ کرسکیں انہیں مستقبل میں بھی نظر انداز کر دیا جائے گا اور کال ڈیپازٹ بحق سرکار ضبط کرلی جائے گی۔

۷۔ نرخ ایف۔ او۔ آر پشاور ہوں گے۔

۸۔ درج شدہ نرخ ۳۰ جون ۸۴ء تک نافذ العمل ہوں گے۔

۹۔ سپلائی ۳۱ مئی ۸۴ء سے قبل مکمل کرنی ہوگی۔

۱۰۔ مشروط ٹنڈر قابل قبول نہ ہوں گے ایسی فرمیں جنہیں درج بالا شرائط قبول نہ ہوں ٹنڈر نہ دیں۔

ایڈمنسٹریٹر
گورنمنٹ لیڈی ریڈنگ ہسپتال
پشاور

(NF (P) 797

شفیق فاروقی
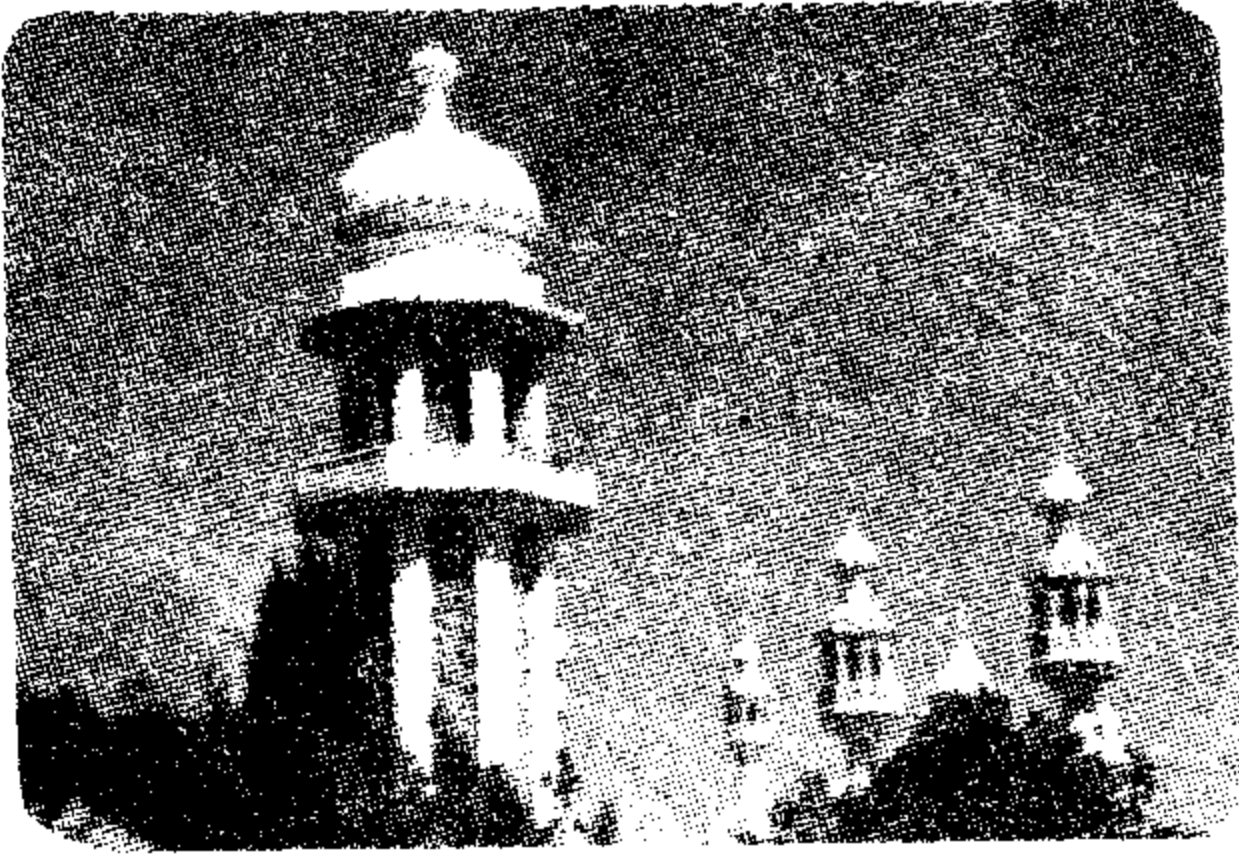
مولانا معراج الحق دیوبند کی آمد | دارالعلوم دیوبند کے صدر المدرسین مولانا معراج الحق صاحب دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے۔ دفتر اہتمام میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے معزز مہمان کو ظہرانہ دیا۔ کافی دیر تک مجلس رہی جس میں دارالعلوم کے اساتذہ بھی شریک تھے۔ اس دوران طلبہ دارالحدیث میں جمع ہو گئے جہاں معزز مہمان نے خطاب کرنا تھا۔ جب معزز مہمان حضرت شیخ الحدیث مدظلہ اور دارالعلوم کے اکابر اساتذہ کی معیت میں دارالحدیث میں داخل ہوئے تو حاضرین نے پرجوش خیر مقدمی نعروں سے مہمان کو خوش آمدید کہا حضرت شیخ الحدیث اور معزز مہمان دونوں ایک مسند پر تشریف فرما ہوئے تو منظر دیدنی تھا۔

حضرت شیخ، دارالعلوم کے اساتذہ وطلبہ، مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند سے آئے ہوئے قابل قدر مہمان کے اکرام میں بچھا و رہو رہے تھے۔ چونکہ مولانا سمیع الحق صاحب سفر پر تھے۔ تو تقریب کے آغاز میں مولانا عبدالقیوم صاحب نے حضرت شیخ الحدیث، دارالعلوم کے اساتذہ وطلبہ کی طرف سے ضیف محترم کو خوش آمدید کہا۔ اور ان کی تشریف آوری کا شکریہ ادا کیا۔

اور حاضرین سے مہمان کا تعارف، دارالعلوم دیوبند کے بحران میں دارالعلوم حقانیہ کی ہمدردانہ دلچسپی دارالعلوم حقانیہ کا تاریخی پس منظر، دارالعلوم دیوبند سے ربط اور تعلیمی و اشاعتی خدمات اور اب جہاد افغانستان میں فضلاء حقانیہ کا مجاہدانہ اور قائدانہ کردار اور دارالعلوم دیوبند کے مشن کی تکمیل میں دارالعلوم حقانیہ کی مساعی پر روشنی ڈالی۔ ان کے بعد حضرت مولانا معراج الحق صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ

" واقعۃً میرا جی بھی یہی چاہتا ہے کہ دارالعلوم حقانیہ کے در و دیوار سے لپٹ جاؤں اس لئے کہ ان کی تہہ میں بالاکوٹ کے شہدا کا خون موجود ہے۔ شاہ اسمٰعیل شہید اور سید احمد شہید نے جب سکھوں سے جنگ لڑی تو اکوڑہ میں پڑاؤ ڈالا تھا تو یہاں ان کے رفقاء شہید ہوئے تھے۔ اسی سرزمین میں ان کے خون کی کھاد موجود ہے اس لئے تو آج یہاں کے پتھروں سے دارالعلوم حقانیہ کی صورت میں علوم و معارف کے چشمے جاری ہیں۔ جو ایک عالم کو سیراب کر رہے ہیں۔ انہوں نے فرمایا۔ دارالعلوم حقانیہ آکر مجھے ایسا محسوس

محسوس ہو رہا ہے جیسے میں دارالعلوم دیوبند میں آگیا ہوں مجھے یہاں کسی قسم کی اجنبیت محسوس نہیں ہوئی۔ فرمایا۔ دارالعلوم دیوبند، دارالعلوم حقانیہ کو اپنے جسم کا ایک حصہ سمجھتا ہے۔ یہ ادارہ دارالعلوم دیوبند کا روحانی فرزند ہے جس کے اعلیٰ کردار پر دارالعلوم دیوبند کو فخر ہے۔ ہمیں یہ جان کر اور بھی مسرت ہوتی ہے کہ اس وقت روسی سامراج کے خلاف دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء برسرپیکار ہیں۔ اور پھر دارالعلوم دیوبند کے ایام بحران اور اس کے حالات واقعات تفصیل سے بیان فرمائے۔ اور فرمایا اب وہاں کی تعلیمی اور انتظامی کارکردگی پرامن اور حسب معمول جاری ہے۔

ضیف محترم نے رات کو دارالعلوم میں قیام فرمایا۔ مغرب کا کھانا حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے ساتھ بیٹھک میں تناول فرمایا۔ صبح روانگی ہوئی تو جاتے ہوئے فرمایا۔ مجھے یہاں پہنچ کر جو اطمینان اور سکون حاصل ہوا تھا اب جاتے ہوئے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے مسافر اپنے گھر سے سفر کے لئے رخت سفر باندھ رہا ہو۔

نادیۃ الادب کی ایک تربیتی تقریب

۸ر مارچ۔ نادیۃ الادب کی ایک تربیتی تقریب منعقد ہوئی۔ جس میں جامعہ امداد العلوم پشاور کے شیخ الحدیث مولانا حسن جان صاحب نے رد دہریت اور طلبہ کی اخلاقی تربیت کے موضوع پر ایک جامع لیکچر دیا۔ جب کہ ان سے قبل مولانا سمیع الحق صاحب نے اپنے مختصر خطاب میں سال رواں میں نادیۃ الادب کے شرکاء کی بہترین کارکردگی پر اطمینان کا اظہار فرمایا اور ان کے مطالعاتی اور تعلیمی تحریری اور تقریری سرگرمیوں کی زبردست تحسین کی۔ اور آئندہ سال سے نادیۃ الادب کو بھی باقاعدہ طور پر دارالعلوم کا شعبہ بنا دینے کی تجویز پیش کی۔ اور نادیۃ الادب کی لائبریری کے لئے علمی و ادبی لٹریچر مہیا کرنے کا وعدہ فرمایا۔

اسی نشست میں مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب نے اسلام اور سوشلزم اور مولانا عبدالقیوم صاحب نے نادیۃ الادب کے شرکاء کی ذمہ داریوں پر لیکچرز دیئے۔ دوسری نشست عشاء کے بعد دارالعلوم کی جامع مسجد میں منعقد ہوئی جس میں دارالعلوم کے اساتذہ مولانا مغفور اللہ صاحب نے مسئلہ خلافت و امامت اور مولانا اسید اللہ صاحب نے مسئلہ علم غیب اور مسئلہ حاضر و ناظر پر سیر حاصل بحث کی۔ طلبہ کو اس میں اور اعلیٰ صلاحیتوں کا مظاہرہ کرنے کی ترغیب دی۔

واردین و صادرین

۱۰ ۱۷ اپریل کو مولانا محمد اسحٰق صاحب مدنی کشمیری جو جامعہ اسلامیہ مدینہ کے فارغ التحصیل ہیں اور آزاد کشمیر کی اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن ہیں اس وقت دبئی میں سعودی عرب کی طرف سے دینی و علمی اہم خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اپنے سفر پاکستان کے دوران دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے رات کا قیام مولانا سمیع الحق کے ہاں رہا۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے ملاقات ہوئی اور دارالعلوم دیکھ کر

بے حد خوشی کا اظہار کیا۔

* ۱۸ر اپریل۔ مولانا غلام مصطفےٰ احسن صاحب فاضل مدینہ یونیورسٹی جو بحرین میں اہم دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے۔ رات کا قیام دارالعلوم میں کیا۔ صبح شیخ الحدیث مدظلہ اور مدیر الحق سے ملاقات کی۔ اور واپس تشریف لے گئے۔

* **مولانا سمیع الحق کی مصروفیات** | صالح خانہ چراٹ میں ایک دینی مدرسہ کے سالانہ امتحانات کی تقریب میں مولانا سمیع الحق صاحب نے شرکت کی۔ اور نماز جمعہ میں علاقہ بھر سے آئے ہوئے لوگوں کے ایک بڑے اجتماع سے خطاب فرمایا۔ صالح خانہ چراٹ کے اس مدرسہ کو دارالعلوم حقانیہ کے فضلا کی خدمات حاصل ہیں۔ بحمد اللہ مدرسہ احسن طریقہ سے دینی خدمات انجام دے رہا ہے۔

* ۲۰ر اپریل۔ مصری بانڈہ کے مدرسہ حفظ القرآن کے امتحانات میں شرکت کی اور نماز جمعہ کے اجتماع سے خطاب فرمایا
* ۲۷ر اپریل۔ جامعہ اسلامیہ تنگی کے سالانہ اجلاس میں شرکت کی۔ اور نماز عصر کے بعد ایک عظیم اجتماع سے خطاب فرمایا۔ جامعہ اسلامیہ تنگی کو دارالعلوم حقانیہ کے اولین و قدیم فضلا کی خدمات حاصل ہیں۔ مولانا حبیب اللہ صاحب حقانی اور ان کے رفقاء کے مخلصانہ خدمات کا نتیجہ ہے۔ کہ آج جامعہ اسلامیہ تعلیم و تدریس اور تربیت و انتظام کے لحاظ سے ایک معیاری مدرسہ بن چکا ہے۔ جامعہ اسلامیہ کے پروگرام سے فارغ ہو کر مولانا سمیع الحق رات کو ترنگ زئی پہنچے جہاں انہوں نے جامعہ محمودیہ کی تقریب دستاربندی میں شرکت کی۔ اور علاقہ کے ایک بڑے اجتماع سے خطاب بھی فرمایا۔

سالانہ امتحانات | ۲۵ر اپریل سے دارالعلوم حقانیہ کے سالانہ تقریری و تحریری امتحانات کا سلسلہ شروع ہوا جو آٹھ دن تک جاری رہا۔ ۵ر مئی سے وفاق المدارس العربیہ کے بورڈ کے امتحانات میں شرکت کرنے والے دورۂ حدیث اور نچلے درجوں کے طلبار کے امتحانات شروع ہوئے۔ اور ہفتہ بھر جاری رہے۔ ان دنوں وفاق کے امتحانات کے سلسلہ میں دارالعلوم کے اساتذہ بھی کراچی اور چارسدہ وغیرہ کے مدارس میں امتحانات کی نگرانی وغیرہ میں مصروف رہے۔

استاد علی طنطاوی بنام مولانا ابوالحسن علی ندوی
مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

مدینۃ الرّسولؐ کے نقوش عشق و محبت

نقش احساس | جب ہم اُحد کے پار سے گھوم کر آئے اور گنبد خضرا پر پہلی نظر پڑی تو ہماری زبان ہمارے دلی احساسات کے اظہار سے قاصر رہی۔ جس طرح آج قلم قاصر ہے۔ ہم نے عاشقوں کی زبان میں دل کی دھڑکن اور آنسوؤں کی بارش کے ساتھ باتیں کیں۔ کیوں ہمارے دل نہ دھڑکتے اور کیوں ہمارے آنسو نہ بہتے۔ ہم دیار حبیبؐ میں پہنچ گئے تھے۔ وہ دیار جس کے تصور میں ہم جیا کرتے تھے۔ اور جس کی یاد ہماری غذا تھی۔ سیرت پڑھتے ہوئے ان مقامات کے ذکر پر ہم محسوس کرتے تھے کہ یہ ہماری روح کا نشیمن اور ہمارے دل کا مسکن ہے ہمارا ملک جس میں ہم پیدا ہوئے صرف ہمارے جسموں کا وطن ہے اور ایسا کب ہوا ہے کہ انسان کو اس کے جسم کا وطن دل کے وطن سے زیادہ عزیز ہو۔ روئے زمین پر کیا کوئی ایسا بدنصیب مسلمان ہے جو بلد رسولؐ پر خدا نہ کرے کسی ابتلا کے موقع پر اپنا وطن قربان کرنے کے لئے تیار نہ ہو جائے۔ یا اگر خدا کے گھر پر کوئی مصیبت آئے تو اس گھر کی سلامتی کے لئے وہ اپنا اور اپنے متعلقین کا گھر نچھاور نہ کر دے۔

انسان (ایک ادیب و مؤرخ) کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ اس گھر کی زیارت کرے۔ جہاں ایک ادیب پیدا ہوا ہو۔ اس شہر کو دیکھے جہاں پہلے ایک شاعر رہ چکا ہے اس کے لئے وہ سفر کرتا ہے اور زر خطیر وہاں پہنچنے کے لئے صرف کرتا ہے اس راہ میں وہ سب خستگی و پریشانی برداشت کرتا ہے اور سفر کی صعوبتیں جھیلتا ہے۔ کس طرح پھر ایک مسلمان کا دل اس شہر کے شوق میں مبتلا نہ ہو جائے۔ جس کی زمین کو محبوب اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں نے سرفراز کیا ہے۔ جس کی ہوائیں آپ کے انفاس کی عطر بیزی ہے اور جس کے پانی کو آپ کے حیات بخش لبوں نے مَس کیا ہے۔ یہ عاشق انہی راہوں پر چلتا ہے جہاں اس کے محبوب قدم پڑے ہیں۔ وہیں سجدہ میں سر جھکاتا ہے جہاں اس کے محبوب نے نماز پڑھی ہے۔ اس راہ سے مدینہ میں داخل ہوتا ہے۔ جس راہ سے سفر ہجرت میں مدینہ میں داخل ہوا تھا۔ اور اس راہ سے باہر جاتا ہے۔ جس راہ سے جنگ اُحد کے موقع پر مسلمانوں کی فوج آپ کی قیادت میں نکلی تھی۔ وہ اس معرکہ کے میدان کا مشاہدہ کرتا ہے اور شہداء ابرار کی قبور پر کھڑا ہوتا ہے۔ پھر اس روضہ کی طرف واپس ہوتا ہے جو اس زمین میں جنت کا ایک ٹکڑا ہے۔ اس حجرہ

مبارک پر حاضری دیتا ہے جس کو مرقد مبارک ہونے کا شرف حاصل ہے اور جو قیامت تک کے لئے بند کر دیا گیا ہے پھر یہ عاشق زار اپنی زبان سے کہتا ہے۔

السلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی پہلی حاضری کے ان احساسات میں کبھی نہیں بھولوں گا۔ استاذ علی طنطاوی مکتوب بنام علی میاں کاروان مدینہ ص۱

عشق آں شعلہ است..... | ہندوستان میں بعض حضرات کیمخت (سبز رنگ) کا جوتا بڑے شوق سے پہنتے تھے اور اب بھی پہنتے ہیں۔ لیکن حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے ایسا جوتا مدت العمر کبھی نہیں پہنا۔ اور اگر کوئی تحفۃً لا دیتا تو اسے پہننے سے اجتناب و گریز کرتے اور آگے کسی کو ہدیہ دے دیتے۔ اور سبز رنگ کا جوتا پہننے سے محض اس لئے گریز کرتے کہ سرور کائنات آقائے دوجہاں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے گنبد خضرا کا رنگ سبز ہے پھر بھلا ایسے رنگ کے جوتے پاؤں پر کیسے؟ اور کیوں کر استعمال کئے جا سکتے تھے۔ چنانچہ شیخ العرب والعجم حضرت استاذنا المحترم مولانا حسین احمد مدنیؒ حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"تمام عمر کیمخت کا جوتا اس وجہ سے کہ قبۂ مبارک سبز رنگ کا ہے نہ پہنا۔ اگر کوئی ہدیہ لے آیا تو کسی دوسرے کو دے دیا۔" بیس بڑے مسلمان۔ ص۱۳۶

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

★ حضرت مولانا ثناء اللہ پانی پتیؒ نے منجملہ دیگر وصیتوں کے یہ بھی وصیت فرمائی تھی کہ میری وفات کے بعد دنیوی رسوم مثلاً دسواں، بیسواں، چالیسواں، ششماہی اور برسی بالکل نہ کریں کیونکہ حضرت رسول کریمؐ نے تین دن سے زیادہ سوگ کرنا جائز نہیں فرمایا۔ بلکہ حرام کہا ہے۔ اور عورتوں کو گریہ وزاری سے بالکل منع فرمایا ہے۔

★ نیز وصیت فرمائی کہ مرنے والے کی کلمہ شریف، درود شریف اور ختم قرآن شریف اور استغفار کے ثواب اور مال حلال سے فقرا کو مخفی صدقہ دے کر امداد فرمائیں۔

★ نیز فرمایا کہ کسی رافضی یا جس پر رافضی ہونے کی تہمت ہو اگرچہ وہ دولت مند اور اونچے نسب کا ہو اس کے نکاح میں اپنی بیٹی نہ دینی چاہئے۔ قیامت کے دن تقویٰ کے سوا اور کوئی چیز کام نہ آئے گی اور نسب کے بارے میں نہ پوچھا جائے گا۔ (از کلمات طیبات)

پاکستان
سورج کی شعاعوں کی تسخیر کر رہا ہے
اپنی محنت اور اپنے وسائل پر بھروسہ کرتے ہوئے پاکستانی
سائنسدان اور ماہرین توانائی میں اضافے کے لئے مسلسل
کوشاں ہیں۔ بائیو گیس، بائیو بجلی اور شمسی توانائی کے ذریعے
ملکی ضرورت پوری کرنے کی برابر کوشش کی جارہی ہے۔
حکومت کے ترقیاتی منصوبوں میں سورج کی شعاعیں تسخیر کرنے
والا جنوب مشرقی ایشیا کا سب سے بڑا سولر پی وی سسٹم
گزشتہ ایک سال سے کامیابی سے کام کر رہا ہے۔
ادارہ وسائل توانائی
وزارت پٹرولیم و قدرتی وسائل حکومت پاکستان
PID-ISL
ORIENT
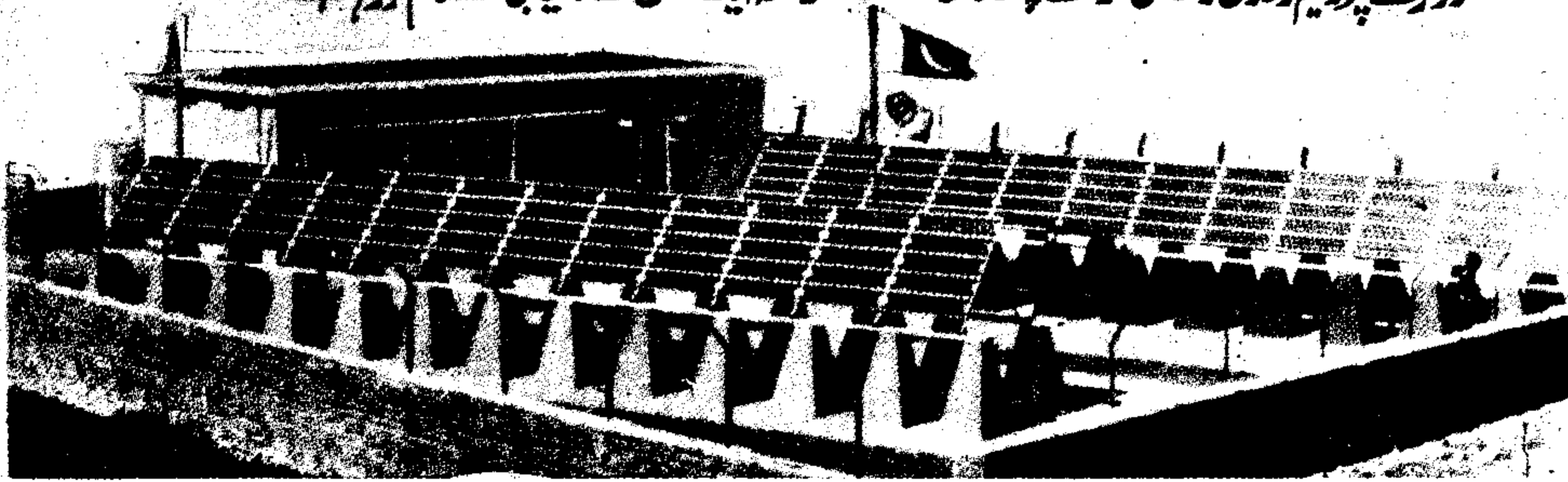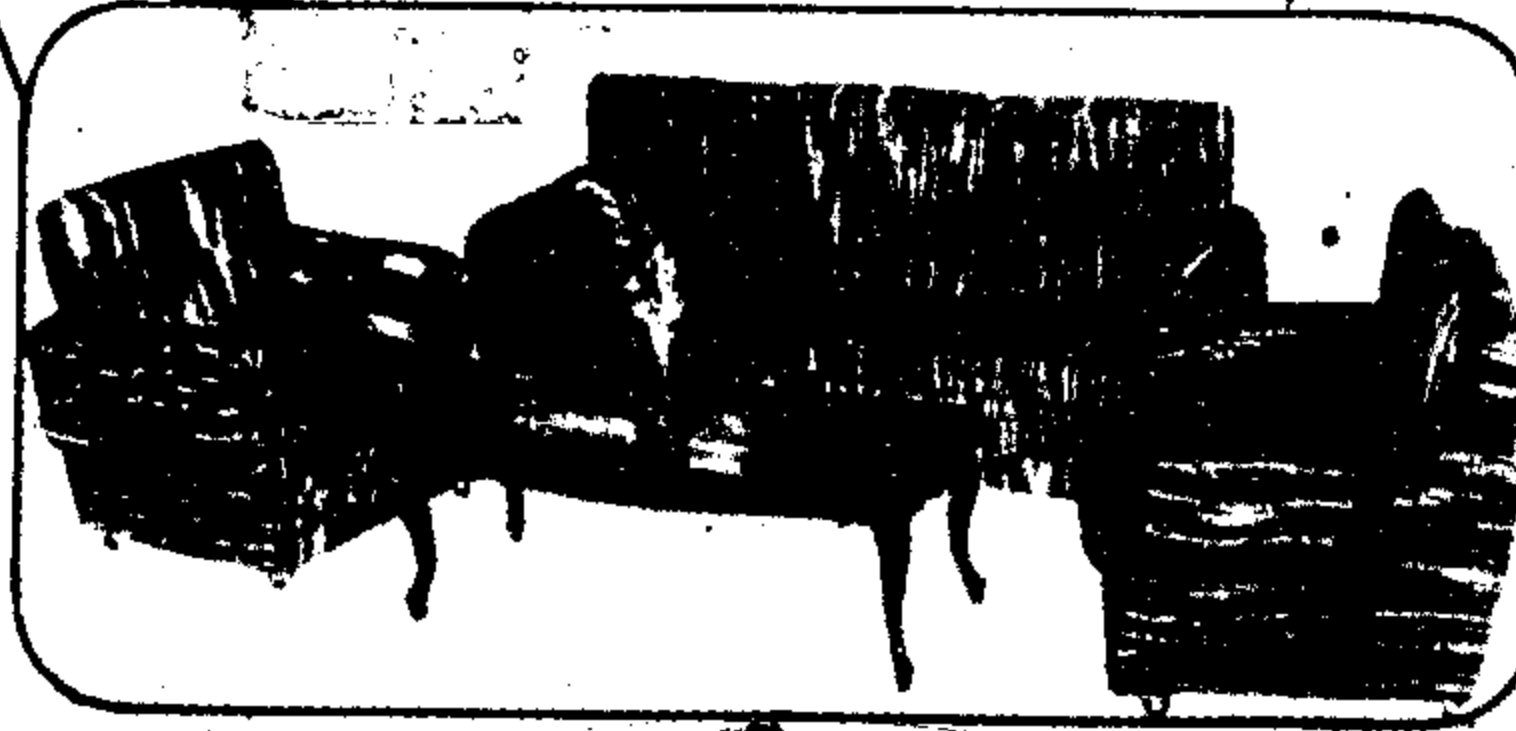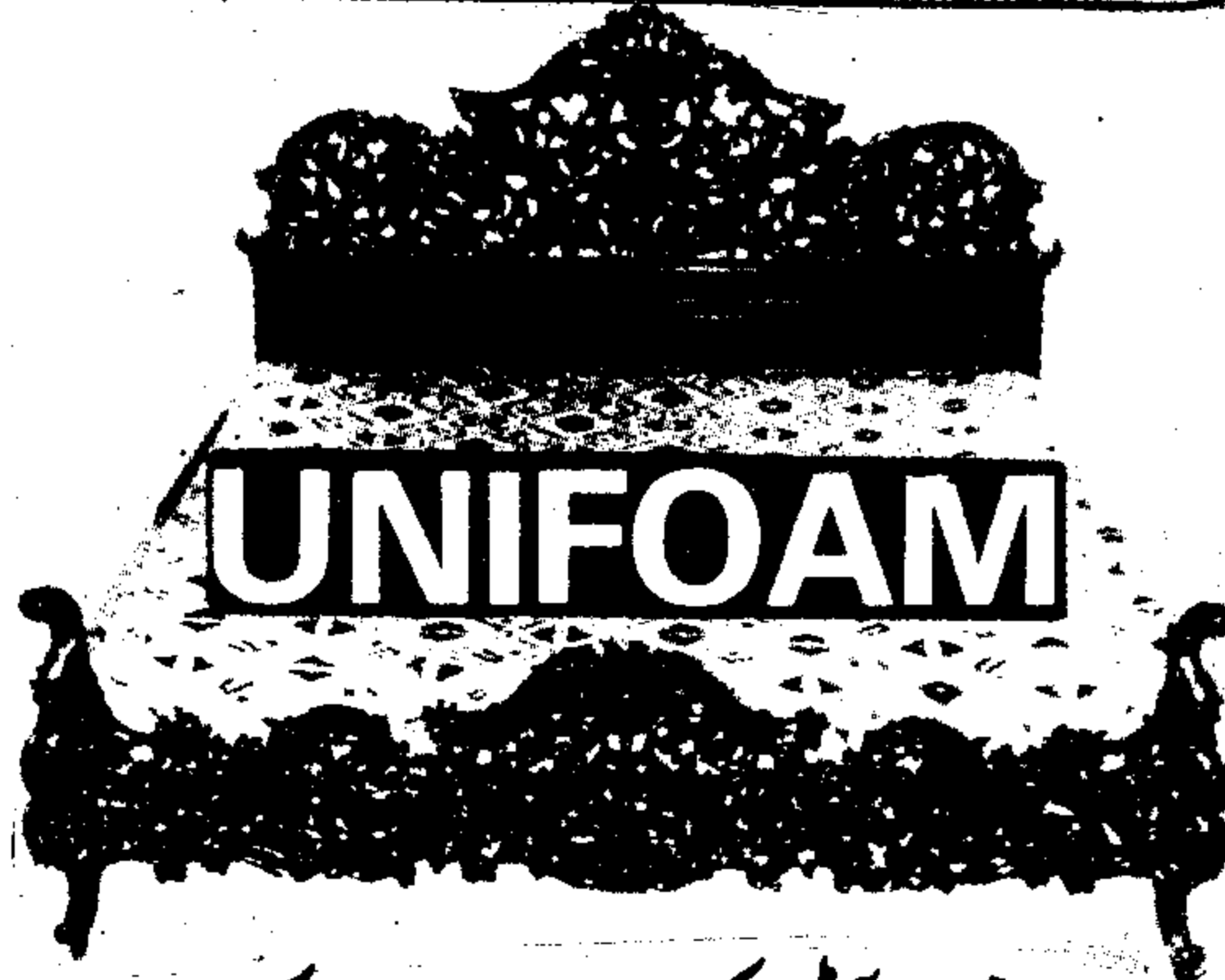
حکومت پاکستان

چیف کنٹرولر درآمدات وبرآمدات

امپورٹ ٹریڈ کنٹرول

اسلام آباد مورخہ ۲۳/۴/۸۴

پبلک نوٹس

عنوان: ٹی سی پی / رسکاپ کموڈٹی ایکسچینج انتظام نمبر ۴ مورخہ ۲۵/۱/۸۴ کے تحت درآمد

نمبر ۲۴ (۸۴)/امپورٹ I: ایسے امپورٹرز حضرات کی اطلاع کے لئے یہ مشتہر کیا جاتا ہے کہ جو پبلک نوٹس نمبر ۱۶ (۸۴) امپورٹ I مورخہ ۲۱/۲/۸۴ کی رو سے درخواستیں دے چکے ہوں۔ بابت درآمد مختلف اشیاء زیر ٹی سی پی / رسکاپ کموڈٹی ایکس چینج انتظامات نمبر ۴ بتاریخ ۲۵/۱/۸۴ یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ ذیل کی بنیاد پر اہل درخواست دہندگان کو درآمدی لائسنس جاری کر دیئے جائیں۔

نمبر شمار	آئٹمیں	بنیاد
۱:	اینملڈ باتھ ٹبس	۴بز لاگت درخواست کردہ کا
۲:	سینیٹری ویئر	
۳:	فلوٹ گلاس	۱۱جز لاگت درخواست کردہ کا

۲: درآمدی لائسنس لیٹرز آف کریڈٹ کے کھولنے کے لئے ۶۰ یوم (ساٹھ یوم) کے لئے اور اشیاء کا درآمد کیلئے لائسنسوں کی تصدیق کی تاریخ سے ۱۲ ماہ تک قابل عمل رہیں گے۔

۳: اہل درخواست دہندگان کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ اپنے درآمدی لائسنس تصدیق کے لئے اپنے اپنے نامزد بنکوں کی وساطت سے ۱۳-۵-۸۴ تک اپنے اپنے لائسنسنگ کاؤنٹر پر پیش کریں۔

سعید اے زیدی (ڈپٹی کنٹرولر)
برائے چیف کنٹرولر درآمدات وبرآمدات

FILE NO. 1(22)/84-BR

PID(I) 4682/12

تعارف و تبصرۂ کتب

ادارہ

مولانا محمد علی اور ان کی صحافت | مصنف۔ ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری۔ صفحات ۲۰۰۔ قیمت ۶۰ روپے
کتابت و طباعت دیدہ زیب۔ ناشر۔ ادارہ تصنیف و تحقیق پاکستان۔ کراچی نمبر ۳۳۔
ملنے کا پتہ۔ مکتبہ شاہد۔ علی گڑھ کالونی کراچی ۱۳

رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر نہ صرف تاریخ ساز شخصیت بلکہ برصغیر کی ایک مستقل تحریک اور زندہ جاوید تاریخ تھے۔ صحافت سے آپ کو فطری لگاؤ تھا۔ چنانچہ آپ اپنے زمانۂ طالب علمی ہی سے علی گڑھ منتھلی میگزین میں نظمیں اور مضامین وغیرہ دیا کرتے تھے۔ آپ نے کلکتہ سے ہفت روزہ کامریڈ جاری کیا۔ یہ وہ رسالہ تھا جس نے برصغیر کے مسلمانوں میں تحریک آزادی اور سیاسی شعور کی روح پھونک دی اور بہت جلد ملک و بیرون ملک اتنا مقبول ہوا کہ اس کی تعداد اشاعت لاکھوں تک پہنچ گئی۔ دیار فرنگ میں بھی اس کا شدت سے انتظار کیا جانے لگا۔ یہاں تک کہ حکومت کے نامور ارباب اختیار اس کی فائلیں اپنے پاس رکھنے لگے۔ ہفت روز کامریڈ کلکتہ سے دہلی منتقل ہوا تو ضرورت وقت اور بتقاضائے حالات مولانا نے اردو روزنامہ ہمدرد کے اجراء کا فیصلہ کیا۔

۲۳ فروری ۱۹۱۳ء کو پہلا شمارہ منصۂ شہود پر آیا۔ پھر جون ۱۹۱۵ء میں اس کا پہلا دور ختم ہوا۔ پھر ۹ نومبر ۱۹۲۴ء سے ۲۰ مئی ۱۹۲۸ء تک اس کا دور ثانی کہلاتا ہے۔ اس کے بعد اس کی نگرانی مولانا عبدالماجد دریابادی کے سپرد کر دی گئی۔

زیر تبصرہ کتاب جناب ابو سلمان صاحب شاہجہانپوری کی تصنیف ہے (مولانا محمد علی جوہر ان کی محبوب شخصیت ہیں۔ وہ عرصہ سے آپ کے متعلق کام کر رہے ہیں) جس میں بقول مصنف اس کے حصہ اول میں مرحوم کے اخبارات "ہمدرد اور کامریڈ" کی تاریخ و خصائص اور خدمات کا تعارف اور ان کے اداروں کے افراد علم و عمل کے بارے میں ضروری معلومات ہیں۔ اور حصہ دوم میں ہمدرد اور کامریڈ کے مقالات افتتاحیہ اور ہمدرد کے مشمولات کے اشارے ہیں۔

ندرت موضوع کے لحاظ سے جناب شاہجہانپوری پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس موضوع پر تحقیق کی۔ مولانا جوہر کو سمجھنے کے لئے ایک بہترین معاون کے ساتھ ساتھ زیر نظر کتاب مدیران و ایڈیٹران جرائد و مجلات کے لئے بھی از حد مفید ہے

(م۔ ا۔ ف)

ماهي النصرانية (عربی) | از مولانا محمد تقی عثمانی۔ تعریب مولانا نور عالم الامینی۔ صفحات ۲۶۴۔
کتابت ٹائپ۔ قیمت ۴۵ روپے۔ ملنے کا پتہ۔ مکتبہ دارالعلوم کراچی۔

مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ کو اللہ تعالیٰ نے "موفق من اللہ" علم وقلم سے نوازا ہے۔ درس تدریس کے ساتھ ساتھ عہدِ حاضر کے مسائل۔ فرقِ باطلہ کا تعاقب اور اسی طرح بیسیوں موضوعات پر آپ کے مقالات وتصانیف شاہدِ عدل ہیں۔ زیرِ تبصرہ کتاب در حقیقت "بائبل سے قرآن تک" کے لئے انہوں نے مقدمہ لکھا تھا۔ جو بعد میں کتابی شکل میں شائع کیا گیا۔ جس میں نصرانیت ومسیحیت اور عقیدہ تثلیث کی ماہیت وتاریخ سے نقاب کشائی کی گئی ہے۔ مولانا نورعالم الامینی استاذ ادب عربی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے اس کی افادیت کے پیش نظر شستہ عربی اور ادبی اندازِ نگارش میں اس کو عربی میں منتقل کیا۔

ابتداء میں مفکرِ اسلام مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کا نو صفحات پر مشتمل وقیع پیش لفظ کے ساتھ مترجم کے قلم سے مولانا عثمانی کا مختصر تعارف بھی شامل ہے۔

کتاب نہ صرف عالمِ عربی میں ہمارے علماء کی تحقیقات کے تعارف کا ذریعہ ہے بلکہ ان مسیحی حضرات کے لئے بھی مفید ہے جن کے دلوں میں تلاشِ حق کی حقیقی تڑپ ہو۔ فاضل مصنف سے استدعا ہے کہ اسی طرز وانداز پر دورِ حاضر کے عظیم سامراجی فتنہ "یہودیت" کی حقیقت وماہیت تاریخ وکردار اور تحلیل وتجزیہ پر مواد جمع فرمائیں تو یہ امتِ محمدیہ پر احسانِ عظیم ہوگا۔

(م۔ا۔ف)

احسن الکتب فی حقیقۃ الحجاب | از مولانا محمد نور الحسن صاحب محمودی برمی۔ صفحات ۱۷۶۔ قیمت درج نہیں۔ ملنے کا پتہ: ۱۔ مدنی دارالمطالعہ ہاٹھہزاری چاٹگام ۲۔ مدرسہ دینیہ عثمانیہ۔ صندوق البرید ۷۱ ۲۲ الامارت العربیہ المتحدہ۔

مغربی تہذیب، مغربی افکار اور مغربی تمدن کے سیاہ طوفانی ریلے نے ایسے لوگوں سے جو ایمان میں کچے اور اسلام میں کمزور تھے۔ عقلِ سلیم اور فکرِ صحیح کی دولت بھی چھین لی ہے۔ مسلمان ہوتے ہوئے بھی مغربی فکر ودماغ سے سوچتے اور اسی عینک سے دیکھتے ہیں۔

پردہ ایک شرعی حکم اور دینی ہدایت ہے۔ جس کی بنیادیں کتاب وسنت، ان کی فقہی تشریحات اور تعاملِ سلف میں قائم ہیں۔ ایک عرصہ سے اس کے ساتھ عملی طور پر افراط وتفریط کا برتاؤ کیا جا رہا ہے اور عوام کی نظر میں اس کی شرعی حیثیت، بنیادی حقیقت مشتبہ کی جا رہی ہے۔ اور اب تو کوئی ملک ایسا نہیں رہا۔ جہاں مغربی تہذیب کی آزادانہ بے پردگی کا پرچار کرنے والے نہ ہوں۔ دوسرے ملکوں کی طرح برما بھی اسی صورتِ حال سے دوچار ہے۔ اور بعض وجوہ سے برما میں بے پردگی کا رجحان زیادہ پایا جاتا ہے۔ مولانا محمد نور الحسن صاحب دلِ دردمند رکھنے والے ہیں۔ اپنی دینی اور عالمانہ ذمہ داری کے پیش نظر موصوف نے وہاں کے اہلِ اسلام کے لئے پردہ کی شرعی حیثیت، بنیادی حقیقت، فوائد اور بے پردگی کے نقصانات پر "احسن الکتب" تصنیف کردی۔ تحریر میں برمازبان کی جھلک موجود ہے۔ تاہم مسائل ودلائل، ردِّ شبہات، اندازِ بیان اور طرزِ تفہیم میں زیادہ مؤثر نافع اور مصلحِ فکر وعمل ہے۔

(ع۔ق)

مطبوعات مؤتمر المصنّفین

دعوات حق

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کے خطبات اور ارشادات کا عظیم الشان مجموعہ دین و شریعت

اخلاق و معاشرت، علم و عمل، عروج و زوال، نبوت و رسالت، شریعت و طریقت۔ ہر پہلو پر جامع کتاب۔ صفحات ۵۵۰، بہترین ڈائی دار جلد، قیمت -/۲۵ روپے ——— جلد دوم -/۲۰ روپے

قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ

قومی اسمبلی میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے دینی و ملی مسائل پر

قراردادیں، مباحث، تقاریر اور قراردادوں پر ارکان کا ردعمل، آئین کو اسلامی اور جمہوری بنانے کی جدوجہد کی مدلل اور مستند داستان، ایک سیاسی و آئینی دستاویز، ایک اعلان نامہ جس سے وکلاء، سیاستدان، علماء اور سیاسی جماعتیں بے نیاز نہیں ہو سکتیں۔ صفحات ۶۰۰، قیمت پندرہ روپے۔

عبادات و عبدیت

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی تقاریر کا مجموعہ، بندگی اور اسکے آداب، عبادات کی حکمتیں اور اعمال صالحہ کی برکات، اللہ کی عظمت و محبت اور دیگر موضوعات پر عمدہ کتاب۔ صفحات ۱۰۸، قیمت -/۳ روپے

سند خلافت و شہادت

سند خلافت و شہادت حسین، تعین صحابہؓ وغیرہ پر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی مبسوط تقریر، مولانا سمیع الحق کی تعلیقات و حواشی کے ساتھ، صفحات ۱۰۴، قیمت -/۳ روپے۔

اسلام اور عصر حاضر

از مولانا سمیع الحق مدیر الحق

عصر حاضر کے تمدنی، معاشی، اخلاقی، سائنسی، آئینی، تعلیمی اور معاشرتی مسائل میں اسلام کا موقف، عصر حاضر کے علمی و دینی فتنوں اور فرق باطلہ کا تعاقب، بیسویں صدی کے کارزار حق و باطل میں اسلام کی بالادستی کی ایک ایمان افروز جھلک، مغربی تہذیب کا تجزیہ، پیش لفظ از مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ، صفحات ۲۶۰، جلد سنہری ڈائی دار قیمت ۲۰

قرآن حکیم اور تعمیر اخلاق

از مولانا سمیع الحق مدیر الحق

تعمیر اخلاق، اصلاح معاشرہ، تطہیر نفس میں قرآن حکیم کا معتدلانہ انداز اور حکیمانہ طرز عمل، عبادات کا اخلاقی پہلو۔ قیمت -/۳ روپے۔

العاوی علی مشکلات الطحاوی

شیخ الحدیث مولانا زکریا سہارنپوری، شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمان کاملپوری اور مظاہر العلوم کے دیگر ممتاز محدثین کے مشترکہ غور و فکر کا نتیجہ طحاوی شریف کی تقریباً ایک سو مشکلات کا حل۔ قیمت بارہ روپے۔

ہدایۃ القاری شرح صحیح البخاری (عربی)

از قلم حضرۃ مولانا محمد فرید صاحب مدرس و مفتی دارالعلوم حقانیہ،

بخاری شریف کی قدیم مبسوط شروح اور امام اکابر سے زیر بحث مسئلہ پر مباحث کا خلاصہ، مختصر اور جامع شرح جلد اوّل صحیح بخاری کی کتاب العلم پر مشتمل ہے۔

برکۃ المغازی (عربی)

از مولانا محمد حسن جان صاحب استاذ دارالعلوم حقانیہ — بخاری شریف کی کتاب الجہاد و المغازی اور حدیث وصیہ زبیر کے متعلق تحقیقی مباحث۔ قیمت چار روپے۔

اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ اور ناپسندیدہ باتیں

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کی غیر مطبوعہ مبسوط تقریر۔ انسان کی حقیقی کامیابی کا معیار اللہ کی نظر میں کیا ہے۔ مرتبہ مولانا سمیع الحق

قیمت ایک روپیہ۔

ارشادات حکیم الاسلام

از علامہ قاری محمد طیب صاحب قاسمی مہتمم دارالعلوم دیوبند۔

دارالعلوم حقانیہ میں معجزات انبیاء، دارالعلوم دیوبند کی روحانی عظمت اور مقام پر حضرت قاری صاحب مدظلہ کی حکیمانہ اور عارفانہ تقریریں۔ قیمت ۱/۵۰ روپیہ۔

مؤتمر المصنّفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور، پاکستان

REGD-NO.P-90

AL-HAQ